ابنِ صفی

جلد نمبر
36

جاسوسی دنیا

106- خونی ریشے

107- تیسری ناگن

108- ریگم بالا

جاسوسی دنیا نمبر 107

تیسری ناگن

(دوسرا حصہ)

پیش رس

''خونی ریشے'' کے بعد ''تیسری ناگن'' حاضر خدمت ہے! اور......اور......اَب اس کے بعد کیا عرض کروں کیونکہ خطوط کا ایک ڈھیر نظروں کے سامنے ہے اور خونی ریشے جیسی کتاب پیش کرنے کے سلسلے میں آپ کی طرف سے اپنی پیٹھ ٹھونک رہا ہوں۔ بہت بہت شکریہ پسندیدگی کا۔

''تیسری ناگن'' بھی آپ کو پسند آئے گی۔ تاخیر سے کتابیں پیش کرنے کے سلسلے میں اکثر وجہ بتا کر معذرت طلب کی ہے۔ لیکن اس وجہ کو آپ درخور اعتنا نہیں سمجھتے کیونکہ آپ کی دانست میں معدے کی خرابی اور کراچی دو الگ الگ چیزوں کے نام نہیں ہیں۔ پھر کون سا کام رکتا ہے کراچی میں......کرکٹ نہیں ہوتا کہ عشقیہ فلمیں نہیں چلتیں ......آخر جاسوسی ناولوں نے کیا قصور کیا ہے کہ انہیں معدے کی خرابی کی نذر کر دیا جائے۔

بات تو ٹھیک ہے۔ شاید میں بھی معدے کی خرابی کو عادت بنا لینے میں کامیاب ہو جاؤں۔

بہت سے حضرات نے اطلاع دی ہے کہ میرے ناول ''گیت اور خون'' کا لاہور کے کسی پبلشر نے ''مرڈر'' کیا ہے!

ابھی تک مجھے وہ کتاب نہیں مل سکی جسے ''گیت اور خون'' کا چربہ کہا جا رہا ہے۔ بہرحال آپ مطمئن رہیں اگر ایسی کوئی حرکت ہوئی ہے تو اس پبلشر کے خلاف یقینی طور پر قانونی کارروائی کی جائے گی۔

یارو کہاں تک لکھوں۔ کیا کیا دیکھوں...... ویسے اس میں کچھ قصور آپ کا بھی ہے!

آپ فریدی، حمید اور عمران کے علاوہ اور کسی کردار کی کہانیاں پڑھنا ہی نہیں چاہتے! کئی لوگوں نے کوشش کی، خلوص نیت سے چاہا کہ آپ ان کے علاوہ بھی کسی کو ''لفٹ'' دیں لیکن آپ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ نقلی ہی سہی پڑھیں گے انہیں کرداروں سے متعلق۔ آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ اگر انکار ہے تو یہ فرمایئے کہ آخر ان ''حشرات الارض'' کی کھپت کہاں ہوتی ہے۔ عالم ارواح سے تعلق رکھنے والوں کو جاسوسی ناولوں سے دلچسپی نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا آپ مجھے اس مسئلہ پر بور کرنا چھوڑ دیجئے...... ویسے میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اگر کسی نے بھی ظفر الملک اور جیمسن کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو اسے اس کے لئے عدالت میں جوابدہ ہونا پڑے گا۔

اس کے بعد اُن خطوط کے جواب کا نمبر آتا ہے جن میں مجھ سے فرمائش کی گئی ہے کہ میں ''ادب'' کی بھی کچھ خدمت کروں۔

عجیب بات ہے کہ جب میرا کوئی ناول بہت پسند کیا جاتا ہے تو مجھ سے ''ادب'' کی خدمت کرنے کی فرمائش ضرور کی جاتی ہے۔

بھائی آپ مجھے صرف اردو کی خدمت کرنے دیجئے (اس کے باوجود کہ صرف ونحو کی غلطیاں مجھ سے بھی سرزد ہوتی ہوں گی)

آپ میری اس وقت کی خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتے جب مجھے کسی سندھی یا بنگالی بھائی کا خط! بہ ایں مضمون ملتا ہے کہ محض آپ کی کتابیں پڑھنے کے شوق میں اردو پڑھ رہا ہوں۔ پڑھ کر سنانے والوں کا احسان کہاں تک لیا جائے۔

اب بتایئے میں ''ادب'' کی خدمت کروں یا میرے لئے ''اردو'' ہی کی خدمت مناسب ہوگی۔ ویسے اپنے نظریات کے مطابق میں ادب کی بھی خدمت کر رہا ہوں اور سوسائٹی کی بھی اور میری اس خدمت کا انداز نہ تو بدلتے ہوئے حالات سے متاثر ہوتا ہے اور نہ وقتی مصلحتوں کے تحت کوئی دوسری شکل اختیار کر سکتا ہے۔ ہر حال میں قانون کا احترام کرنا سکھاتا ہوں۔

کچھ لوگ ''اَدب'' میں میرے مقام کی بات شروع کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ آپ کی نظروں میں میرا کوئی مقام ضرور ہے۔ ورنہ آپ کو اس کی فکر ہرگز نہ ہوتی۔

ویسے اگر آپ ''ادب میں مقام'' کے سلسلے میں مجھ سے کچھ سننا ہی چاہتے ہیں تو سنئے...... اساطیری کہانیوں سے لے کر مجھ حقیر کی کہانیوں تک آپ کو ایک بھی ایسی کہانی نہ ملے گی جس میں جرائم نہ ہوں...... اور آج بھی آپ جسے بہت اونچے قسم کے ادب کا درجہ دیتے ہیں اور جس کا ترجمہ دنیا کی دوسری زبانوں میں بھی آئے دن ہوتا رہتا ہے کیا جرائم کے تذکروں سے پاک ہوتا ہے؟ کیا اُس کے مضرب رساں پہلوؤں پر ہمارے نقاد کی نظر پڑتی ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟''

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے لوگ کہانیوں میں بھی (جو دراصل ذہنی فرار کا ذریعہ ہوتی ہیں) پولیس یا جاسوس کا وجود نہیں برداشت کر سکتے...... چلئے پولیس کو اس لئے برداشت کرلیں گے کہ وہ للکار کر سامنے آتی ہے لیکن جاسوس تو بے خبری میں پتہ نہیں کب گردن دبوچ لے!

لہٰذا اگر مجھے ''ادب'' میں کوئی مقام پانے کی خواہش ہے تو ''جاسوس'' کو چھٹی دینی پڑے گی۔ لیکن میں اس پر تیار نہیں کیونکہ مجھے ہرحال میں شر پر خیر کی فتح کا پرچم لہرانا ہے...... میں باطل کو حق کے سامنے سربلند نہیں دکھانا چاہتا۔ میں معاشرے میں مایوسی نہیں پھیلانا چاہتا...... ایسی مایوسی جو غلط راستوں پر لے جائے۔

بس تو پھر آپ بھی مقام وقام کا چکر چھوڑیئے اور مجھے وہیں رہنے دیجئے جہاں میں ہوں۔ اگر آپ کو میری کہانیاں پسند ہیں اور آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ میں آپ کے تھکے ہوئے ذہنوں کے لئے معیاری تفریح مہیا کر رہا ہوں تو میں اس پر مطمئن ہوں۔ اُمید کہ آپ بھی مطمئن ہوگئے ہوں گے۔

والسلام

ابنِ صفی

۱۹۶۶/۰۳/۰۳

راستے الگ الگ

بیکراں رات کے سناٹے میں وہ اُس سنسان سڑک پر گویا موت کے منتظر تھے۔ دو لاشیں کیپٹن کے قدموں میں پڑی ہوئی تھیں۔ مرنے والوں میں سے ایک کے ہاتھ سے ٹارچ گری تھی اور سڑک پر پڑی ہوئی اپنی روشنی سے دونوں لاشوں کے بھیانک چہروں کے خدوخال واضح کر رہی تھی۔

سناٹا......اتھاہ سناٹا......!

دفعتاً حمید اکرام کی کراہ سن کر چونکا۔

''کیا بات ہے۔'' وہ جھک کر کھڑکی سے اگلی سیٹ پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔

''کک......کچھ نہیں۔'' یہ اکرام کی آواز تھی۔

''ان دونوں کو کیا ہوا......!'' ریما کی کپکپاتی ہوئی سی آواز آئی۔

''مر گئے......!'' حمید نے پُرسکون لہجے میں کہا۔''شاید یہ بھی سکون کی تلاش میں تھے......انہیں ابدی سکون مل گیا۔''

''اب میں پاگل ہو جاؤں گی۔''

''صبح اندھیرے میں مجھے پاگل عورتوں سے خوف معلوم ہوتا ہے۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ دونوں بھکشو درندے تھے یا تم دونوں۔''

''پاگل ہو جانے کے بعد سمجھ میں آ جائے گا۔'' حمید کہتا ہوا جھکا اور ٹارچ اٹھا کر ان دونوں لاشوں کا جائزہ لینے لگا۔

اتنے میں فریدی نشیب سے اوپر آ گیا اور حمید کے ہاتھ سے ٹارچ لیتا ہوا بولا۔ ''وہ رائفل اٹھاؤ اور اس کی کارتوسوں کی پیٹی کھول لو۔''

دوسری لاش کے نیچے سے ریوالور برآمد ہوا تھا اور اس کی کارتوسوں کی پیٹی بھی کھول لی گئی تھی۔

''یہ آپ سائیلنسر سے کیوں شوق فرمانے لگے ہیں۔'' دفعتاً حمید بولا۔

''سائیلنسر استعمال نہ کرتا تو بات بڑھ جاتی...... وہ فائروں کی سمت معلوم کر لیتے لہٰذا وقت کیوں برباد کرتا...... چلو بیٹھو۔''

وہ اُسے پچھلی سیٹ پر دھکا دے کر خود بھی اسٹیئرنگ کے سامنے جا بیٹھا۔

''آخر میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔'' اکرام کی آواز آئی۔

فریدی نے کچھ کہے بغیر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

''کک...... کیا یہ لاشیں یہیں...... پپ...... پڑی رہ جائیں گی۔'' ریما ہکلائی۔

''لاشیں البم میں تو چپکائی نہیں جاسکتیں۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

''خداوندا...... خداوندا......!'' ریما سسکنے لگی۔

''گھبراؤ نہیں۔'' حمید اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ ''یہ سب تمہارے لئے ہو رہا ہے۔ لیکن اب خزانے کا نقشہ ہمارے قبضے میں ہے۔ وہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔''

''خزانہ بکواس ہے۔'' وہ جھنجھلا کر بولی۔

''خدا جانے۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''یقین کرو! وہ کھلا ہوا جھوٹ تھا۔''

''میں کیسے یقین کرلوں جب کہ ہالی وڈ میں آئے دن ایسی کہانیاں فلمائی جاتی رہتی ہیں۔''

''حمید خاموش رہو۔'' فریدی نے سخت لہجے میں کہا اور پھر سناٹا چھا گیا۔

اب اس گاڑی میں صرف دو آدمی باقی رہ گئے تھے۔ ایک وہ جو ڈرائیو کر رہا تھا اور دوسرا اس کے برابر بیٹھا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عقب نما آئینے کو دیکھے جا رہا تھا۔

''ناصر! یہ کیا ہو گیا؟'' کچھ دیر بعد وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔'' ڈرائیو کرنے والے نے غصیلی آواز میں کہا۔ ''وہ موت کا ہرکارہ ہے! عام طور پر اُس کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔''

''میں پوچھ رہا ہوں کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔''

''میں کچھ نہیں جانتا! تم عقب نما آئینے پر نظر رکھو۔''

''ابھی تک اُس کی گاڑی کی روشنی نہیں دکھائی دی۔''

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ٹیکم گڈھ کی طرف پلٹ گیا ہو۔ پہلے بھی اُس نے اس کی کوشش کی تھی۔'' ناصر بولا۔

''بہت اچھا ہے...... اگر ایسا ہوا ہو۔''

''بزدلی کی باتیں نہ کرو۔''

''جہنم میں گئی ایسی رقم...... مارے گئے تو کس کام کی۔'' دوسرا بولا۔

''خاموش رہو ورنہ اپنوں ہی کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔'' ناصر بولا۔

''تم نے مجھے اس جنجال میں پھنسایا ہے۔''

''دولت زمین سے نہیں اُگتی! قوت بازو سے حاصل کی جاتی ہے۔'' ناصر نے کہا اور بایاں ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ کا ایک سوئچ آن کر دیا۔

''ہیلو...... ہیلو......!'' وہ اونچی آواز میں بولنے لگا۔ ''ہیلو...... ہیلو...... اٹ از ناصر۔''

''ہیلو......!'' ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔ ''اِٹ از جارا کا کا......!''

''میرے دو ساتھی کام آئے۔'' ناصر بولا۔ ''حکم کے مطابق میں نے انہیں وارننگ دے کر گاڑی روکنے کو کہا تھا...... انہوں نے گاڑی روکی تو لیکن نہ جانے کس طرح گاڑی سے

کود گئے کہ ہم انہیں نہ دیکھ سکے۔ صرف لڑکی اور اکرام گاڑی میں موجود تھے۔ اچانک کسی طرف سے بے آواز فائرنگ شروع ہوگئی...... میرے دو ساتھی مارے گئے اور مجھے آگے بھاگنا پڑا...... اُوور......!''

''تم اس وقت کہاں ہو۔'' ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔

''نیلم سرائے کے آس پاس......!'' ناصر بولا۔

''تم دونوں فی الحال وہیں چلے جاؤ...... لیکراس تمہیں وہیں ملے گا...... آئندہ کے لئے اس سے ہدایات لو۔''

''اُوکے سر......!''

''اُوور اینڈ آل......!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور ناصر نے سوئچ آف کر دیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر دوسرا شکاری بولا۔ ''تم جھوٹ کیوں بولے تھے۔ کیپٹن حمید تو گاڑی میں موجود تھا۔''

''میں شکاری ہوں سمجھے!'' ناصر نے تلخ سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ ''کسی کا نمک خوار بھی نہیں...... ٹھیکے پر کام کر رہا ہوں۔''

''میں پوچھ رہا ہوں آخر یہ دو زندگیاں کس کھاتے میں جائیں گی، جو کچھ دیر پہلے ختم ہوگئیں۔''

''کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ میری ہی طرح وہ بھی دولت کی تلاش میں نکلے تھے۔''

''تم نے یہ ظاہر کر کے اچھا نہیں کیا تھا کہ تم فریدی کو جانتے ہو۔''

''وہ مجھے پہچانتا ہے.... اُس وقت سے جانتا ہے جب میں گروی کیلئے شکار کیا کرتا تھا۔''

''ہوں...... اور یہ لیکراس کون ہے جس سے ہم نیلم سرائے میں ملنے والے ہیں۔''

''غیر ملکی ہے۔''

کچھ دیر خاموشی رہی پھر دوسرا شکاری بولا۔ ''سڑک سے اس وقت گاڑی ہٹانا مناسب نہ ہوگا۔''

''کیا مطلب......؟''

''ظاہر ہے کہ نیلم سرائے پہنچنے کے لئے ہمیں سڑک چھوڑنی پڑے گی۔''

''تو اس سے کیا......؟''

''برف کے نیچے کیا ہے کوئی نہیں کہہ سکتا۔''

''اُوہ......!'' ناصر نے قہقہہ لگایا۔ ''تم موت سے اتنا ڈرتے کیوں ہو۔''

''شکار کھیلنا بڑی خوبصورت درندگی ہے۔ لیکن آدمیوں کا شکار ہوتے پہلی بار دیکھا ہے میں نے۔ وہ دونوں بیچارے...... کیا اُن کی لاشیں وہیں پڑی رہ گئی ہوں گی۔''

''تمہیں صرف دو ایک پگ برانڈی کے درکار ہیں اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' ناصر نے کہا اور گاڑی کی رفتار کم کر کے اُسے داہنی جانب ڈھلان میں اتارنے لگا۔

''کیا تم واقعی پاگل ہو گئے ہو۔'' دفعتاً دوسرا شکاری چیخا۔

''تو کیا مجھے نیلم سرائے نہ جانا چاہیے۔'' ناصر نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''ہرگز نہیں...... سیدھے چلو۔''

''اچھی بات ہے۔'' ناصر نے بریک لگاتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی بائیں ہاتھ سے اُس نے ریوالور نکالا تھا۔ دوسرے شکاری کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔

گاڑی ریورس گیئر میں پھر سڑک کی طرف واپس جارہی تھی اور دوسرا شکاری کہہ رہا تھا۔

''ریگم بالا ہی کی طرف چلو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم میری یہ خواہش پوری کر رہے ہو ورنہ عام حالات میں تم سے زیادہ ضدی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔''

ناصر نے قہقہہ لگایا۔ ایسا لگا جیسے یہ محض خوش دلی کا اظہار ہو۔ دوسرا شکاری بھی اس قہقہے میں شریک ہو کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔

دفعتاً اس کے کان کے قریب فائر ہوا اور دانت نکلے ہی رہ گئے۔

دوسرے لمحے میں اسی کی جانب کا دروازہ کھلا تھا اور اس کی لاش سڑک پر جاپڑی تھی۔

دروازہ بند ہوا ساتھ ہی ناصر کا دوسرا قہقہہ فضا میں گونجا اور گاڑی پھر اُسی ڈھلان میں اُتر گئی جدھر جانے سے دوسرے شکاری نے ناصر کو باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔

وہ بالکل خاموش بیٹھے تھے اور گاڑی معمولی رفتار سے ریگم بالا کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ کیپٹن حمید نے یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ آخر آہستہ روی میں کون سی مصلحت پوشیدہ ہے۔ ویسے اب وہ بولنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ محض اسلئے کہ ڈیش بورڈ والا ٹرانسمیٹر خودکار معلوم ہوتا تھا۔

دفعتاً فریدی بولا۔ ''حمید! تم خاموش کیوں ہو۔''

''میں چاہتا ہوں بیچاری ریما اب سو جائے...... اُس کے اعصاب پر بہت بُرا اثر پڑا ہے......!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''اُس سے کہو ہم پر اعتماد کرے۔''

''صرف مجھ پر کرسکتی ہے۔''

''نہیں مجھے سب پر اعتماد ہے۔'' ریما بولی۔ ''درندے ہونے کے باوجود بھی تم لوگ انسانیت کی حدود کو نہیں پھلانگتے...... میں تم لوگوں کو کسی حد تک مظلوم بھی سمجھتی ہوں۔''

''ریگم بالا میں تم جہاں کہو گی پہنچا دی جاؤ گی۔'' فریدی نے کہا۔

''میں جہاں کہوں گی۔'' ریما نے حیرت سے دہرایا۔

''کیوں اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟'' حمید نے جواباً حیرت ظاہر کی۔

''میں ریگم بالا تو کیا اس پورے ملک میں کسی کو نہیں جانتی۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ دونوں مجھے کہاں لے جاتے۔''

''تب تو پھر یہی مناسب ہوگا کہ ہمارے ہی ساتھ رہو۔''

دفعتاً فریدی نے بریک لگائے اور گاڑی تیز قسم کی چرچراہٹ کے ساتھ رک گئی۔

''کیا ہے......؟'' حمید چونک پڑا۔

اور پھر اُسے وہ چیز نظر آ گئی۔ ایک آدمی سڑک پر اوندھا پڑا تھا اور اُس کے سر کے آس پاس کی برف سرخ ہو رہی تھی۔

فریدی نے ہیڈ لیمپ بجھا دیئے لیکن انجن بند نہ کیا۔

''میرا خیال ہے......!'' حمید نے کچھ کہنا چاہا۔

''خاموش رہو۔''

پھر فریدی بڑی احتیاط سے نیچے اُترا تھا اور جھک کر تیزی سے دوڑتا ہوا خود بھی دھم سے لاش ہی کے قریب جا گرا تھا۔

حمید بوکھلا گیا...... کیا بے آواز فائر؟ فوری طور پر اسی خیال نے اُسے بھی گاڑی سے باہر لا پھینکا۔

اب وہ سینے کے بل رینگتا ہوا فریدی کیطرف بڑھ رہا تھا۔ ریوالور ہولسٹر سے نکل آیا تھا۔

برف پر اس طرح رینگنا ہنسی کھیل تو نہیں۔ آدھی ہی مسافت بلائے جان بن گئی۔

دفعتاً اس نے فریدی کو پلٹتے دیکھا۔ وہ بھی اسی کی طرح رینگتا ہوا گاڑی کی طرف واپس آرہا تھا۔ حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔

قریب پہنچ کر فریدی آہستہ سے بولا۔ ''لاش...... میرا خیال ہے کہ وہ ناصر کے ساتھیوں میں سے ہے۔ صبح موٹیل میں وہ غالباً اس کے ساتھ ہی تھا۔''

''اُوہو...... تو اسے بھی گولی لگی تھی۔''

''نہیں...... وہ میرے ہاتھوں نہیں مرا۔ میں نے صرف دو فائر کئے تھے اور دو لاشیں تم وہاں دیکھ چکے ہو...... اس کی کنپٹی پر گولی ماری گئی ہے اور جہاں لاش پڑی ہوئی ہے ٹھیک وہیں سے کوئی گاڑی ڈھلان میں اتری ہے۔''

''تو پھر اب کیا کیا جائے۔''

''پہلے ہمیں اُس ٹرانسمیٹر سے چھٹکارا پانا چاہئے جو گاڑی میں موجود ہے۔ تم اسی طرح داہنی جانب والی ڈھلان اُتر جاؤ اور اس راستے پر نظر رکھو جدھر وہ گاڑی گئی ہے۔''

حمید اُس کی ہدایت کے مطابق داہنی جانب والی ڈھلان میں رینگ گیا اور لاش کی پوزیشن ذہن میں رکھ کر داہنی جانب اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔

دفعتاً اُس نے ایک سریلی سی چیخ سنی اور اچھل پڑا۔ گاڑی کے انجن کی آواز پہلے سے تیز ہوگئی تھی۔

''اُوہ...... مردود......!'' فریدی کی آواز آئی۔

''کیا ہوا......؟'' حمید بوکھلا کر سڑک کی طرف جھپٹا۔

پھر فریدی اُسے سڑک پر دو زانو بیٹھا ہوا نظر آیا۔ قریب پہنچا تو ریما بھی نظر آئی جو برف پر اوندھی پڑی تھی۔ لیکن گاڑی کا کہیں پتہ نہ تھا۔

''کیا ہوا......؟'' حمید قریب پہنچ کر خود بھی فریدی ہی کی سی پوزیشن میں بیٹھتا ہوا بولا۔

''اسے گاڑی سے دھکیل کر فرار ہوگیا۔''

''اکرام......!''

''اور نہیں تو کیا چیانگ کائی شیک۔'' فریدی کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

''وہ تو...... وہ تو...... کمال ہوگیا......!'' حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کہنا چاہئے۔ اکرام کی اس حرکت پر غصے کا اظہار کرے یا قہقہے لگائے۔

''کیا تم ہوش میں ہو!'' فریدی نے جھک کر ریما سے پوچھا۔

''ہا......آں......آں......!'' کانپتی ہوئی آواز ریما کے منہ سے نکلی تھی۔

''اٹھنے کی کوشش کرو۔''

''گری ہوئی عورتیں خود سے نہیں اٹھ سکتیں۔'' حمید اُسے سہارا دینے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ لیکن فریدی نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''ارے......ارے......میں تجربے کی بات کہہ رہا ہوں۔''

اتنے میں ریما خود ہی اٹھ بیٹھی۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہوگا......ضروری نہیں تھا کہ سنسان سڑک پر جب کہ چاروں طرف برف ہی برف نظر آرہی تھی کوئی گاڑی بھی دکھائی دیتی۔ ایسے موسم عموماً رات کا سفر ملتوی ہی کر دیتے ہیں۔

''یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔'' دفعتاً فریدی بولا اور ریما کا ہاتھ پکڑ کر داہنی ہی جانب کی ڈھلان میں اترتا چلا گیا۔ لیکن جگہ وہی منتخب کی تھی جہاں سے برف پر گاڑی کے پہیوں کے نشانات نظر آرہے تھے۔

جب حمید بھی اُن کے قریب پہنچ گیا تو بولا۔ ''میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔''

''کہنے کی ضرورت نہیں! یہ تو میری تقدیر ہے۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ فریدی گاڑی کے پہیوں کے نشان سے لگ کر چل رہا تھا۔
اُن دونوں نے اس کی تقلید شروع کردی۔
''مم...... میں تو......اس طرح نہیں چل سکوں گی۔'' ریما منمنائی۔
''پھر کس طرح چل سکو گی۔'' حمید نے پوچھا۔ وہ اس کے ساتھ چل رہا تھا۔
فریدی سب سے آگے تھا۔ حمید کو اس وقت ریما پر کڑی نظر رکھنی تھی۔
''وہ......وہ...... مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔''
''بے ضرر آدمی تھا۔ تم کیوں نہیں گئیں اُس کے ساتھ۔''
''میرے انکار پر اُس نے مجھے گاڑی سے دھکیل دیا۔''
''آخر انکار کیوں کیا......؟''
''اب میں تم دونوں کے علاوہ اور کسی پر بھی اعتماد نہیں کرسکتی۔ تم نے ابھی تک میرے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی۔''
دفعتاً فریدی ایک جگہ رک گیا۔ انہیں بھی رکنا پڑا۔
اب وہ اُسے بائیں جانب ایک جگہ کی برف ہٹاتے دیکھ رہے تھے۔
''کیا بات ہے باس......!'' حمید نے آگے بڑھ کر پوچھا۔
''میرا خیال ہے کہ ہمیں رات بسر کرنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کرنی چاہئے۔''
''برف کے نیچے......؟''
''بکومت...... میں قدم رکھنے کے لئے جگہ دیکھ رہا ہوں۔ کہیں کسی گڑھے میں نہ گر جائیں۔''
پھر حمید بھی اس کے قریب بیٹھ کر برف ہٹانے لگا تھا اور کچھ دیر بعد وہ بیٹھے ہی بیٹھے بائیں جانب کھسک رہے تھے۔

ناصر نے گاڑی نیلم سرائے کے سامنے روکی۔ یہ بھی شہتیروں ہی سے بنائی ہوئی ایک

عمارت تھی۔

کھڑکیاں اور دروازے سب بند تھے۔ کہیں کسی درز سے بھی روشنی نہیں دکھائی دیتی تھی۔

اُس نے صدر دروازے پر ٹھوکریں مارنی شروع کیں اور بالآخر کوئی دروازہ کھول کر دہاڑا۔ ''کون ہے۔''

''بے خبر ہو جاتے ہو حرامی۔'' ناصر نے اُسے دھکا دے کر پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

''معاف کرنا ساب۔'' میلے کچیلے سے آدمی نے کہا اور اپنی بائیں آنکھ کا کیچڑ صاف کرنے لگا۔

ناصر آگے بڑھتا چلا گیا۔ ساخت کے اعتبار سے یہ جگہ اکرام کے موٹیل سے مختلف نہیں تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ یہاں کاؤنٹر کے پیچھے فرش سے چھت تک متعدد خانوں میں کئی قسم کی شرابوں کی بوتلیں بھی چنی ہوئی تھیں اور کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا آدمی اکرام کی طرح ڈھیلا ڈھالا نہیں معلوم ہوتا تھا۔

نہ صرف جسم کی بناوٹ کے اعتبار سے بلکہ آنکھوں میں پائی جانے والی توانائی کی بناء پر بھی وہ خاصا جاندار لگتا تھا۔

''یہ تم جنگلی پن کیوں شروع کر دیتے ہو۔'' اُس نے غرا کر ناصر سے کہا۔

''ابھی رات ہی کتنی ہوئی ہے کہ دروازہ جکڑ دیا گیا۔'' ناصر نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر سامنے لگی ہوئی بوتلوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''نہیں...... اُدھم نہیں چاہتا۔'' دوسرا آدمی غرایا۔

پہلے تو ناصر نے اُسے گھور کر دیکھا پھر خواہ مخواہ ہنس پڑا۔

''چلو...... شراب اٹھاؤ۔'' اُس نے قہقہے کو فوری طور پر دبا کر کہا۔

کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے سیاہ رنگ کی بوتل ایک خانے سے نکال کر اُس کے سامنے کاؤنٹر پر رکھ دی۔ اس انداز میں بیزاری کا اظہار بھی شامل تھا۔

بوتل کی قیمت ادا کر کے اُس نے دو گلاس طلب کئے اور انہیں اٹھائے ہوئے ایک میز تک آیا۔ جہاں ایک سفید فام آدمی پہلے ہی سے بیٹھا ہوا تھا۔

یہاں کئی میزوں کے گرد لوگ نظر آئے...... بڑے بڑے آتشدانوں میں کوئلے دہک

رہے تھے۔

''ہیلو......لیکی......!'' ناصر نے اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''ہیلو......!'' غیر ملکی کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

''شاید تم دیر سے پیاسے ہو۔'' ناصر نے ایک گلاس اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔''

''تو پھر کیا تم میری دعوت رد کردو گے۔''

''میں نے یہ تو نہیں کہا۔''

ناصر اُس کے سامنے رکھے ہوئے گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔ لیکن وہ اُسے تیز نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ جیسے ہی ناصر دوبارہ اُس سے مخاطب ہوا دیکھنے کا انداز یکلخت بدل گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں نرمی تھی۔

پھر ناصر نے دو تین گھونٹ لینے کے بعد گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

''میں نے اپنے تین ساتھی گنوائے ہیں۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''مجھے اطلاع مل چکی ہے۔ لیکن صرف دو آدمیوں کی۔'' خشک لہجے میں کہا گیا۔

''ایک کو خود میں نے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔''

''کیوں......؟'' غیر ملکی کی بھنویں تن گئیں۔

''اُس نے لیڈر کے حکم سے سرتابی کی تھی۔ نیلم سرائے کیطرف آنے سے انکار کردیا تھا۔''

''بہت اچھے! تب تو اُسے مرنا ہی چاہئے تھا۔'' غیر ملکی کے لہجے کی خشکی رفع ہوگئی۔ اب وہ ہر گھونٹ کے بعد ہونٹ چاٹنے لگتا تھا۔

''اب مجھے کیا کرنا ہے؟''

''آرام......دو تین دن......آرام سے یہیں گزارو۔''

''آخر اُسے ختم ہی کیوں نہیں کردیا جاتا۔ اس طرح گھیر کر پکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''وہ ہمیں خزانے کی تلاش میں مدد دے سکتا ہے۔ اسکے بعد ہم اُسے ختم کردیں گے۔''

''سنو! اب اس کے ساتھ ایک غیر ملکی لڑکی بھی ہے۔ بڑی خوبصورت۔''

''میں جانتا ہوں۔''

''لیکراس...... کم از کم وہ لڑکی ہی حاصل کر لی جائے...... وہ دو بدھ بھکشوؤں کے ہمراہ وہاں آئی تھی۔''

''کیا تم جانتے ہو کہ وہ لڑکی بھی ہمارے لئے بے حد کارآمد ثابت ہوگی۔''

''نہیں...... میں کیا جانوں۔''

''وہ تینوں بھی خزانے کی تلاش میں تھے۔ ایک بھکشو فریدی کے ہاتھوں مارا گیا اور دوسرا غالباً عمارت ہی میں جل کر مر گیا۔''

''دیکھو دوست لیکراس۔'' ناصر نے آگے جھک کر آہستہ سے کہا۔ ''اگر خزانے کی بات پھیل گئی تو بہت بُرا ہوگا...... ہم دشواریوں میں پڑ جائیں گے۔''

''جو لوگ اس چکر میں ہیں وہ بھی یہی سوچتے ہیں لہٰذا خزانے کی بات پھیل نہیں سکتی۔''

''اگر اس لڑکی نے فریدی کو بتا دیا تو۔''

''کوئی کسی اجنبی کو ایسی باتیں نہیں بتایا کرتا۔''

''اچھا تو یہی بتا دو کہ فریدی نے بھکشو کو کیوں مار ڈالا۔''

''اُن دونوں نے اُس کے نائب کیپٹن حمید پر حملہ کیا تھا۔ وہ غالباً سمجھے تھے کہ حمید لڑکی کو پھانسنے کی کوشش کر رہا ہے۔''

''اُس نے یقیناً کوشش کی ہوگی۔ کوئی لڑکی اسکے قریب سے صحیح وسلامت نہیں گزر سکتی۔''

''کچھ بھی ہو...... اُن کے درمیان جھگڑے کی وجہ لڑکی ہی بنی تھی اور سنو...... وہ بھکشو جو فریدی کے ہاتھوں مارا گیا تھا......!''

وہ جملہ پورا کئے بغیر پھر پینے لگا۔

ناصر اس کی طرف متوجہ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ لیکراس نے خاموشی ہی اختیار کر لی ہے تو بولا۔ ''تم بھکشو کی لاش کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔''

''ہاں آں...... کچھ نہیں۔'' لیکراس اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''میں نے اسے متحیر کرنے کے لئے اس بھکشو کی لاش گاڑی کے ڈکے میں رکھ دی تھی...... کیپٹن حمید نے اُسے دیکھا اور عمارت کی طرف بھاگ گیا۔ میں نے لاش پھر ڈکے سے نکال لی...... اور بعد میں اُسے بھی جلتی ہوئی عمارت میں جھونک دیا گیا۔''

''مجھے افسوس ہے کہ بہت اچھا موٹیل تباہ ہوگیا۔'' ناصر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ پھر دفعتاً چونک کر لیکراس کو گھورنے لگا۔

''کیا بات ہے؟''

''سلمی...... سلمی کہاں گئی۔''

''میرا خیال ہے کہ وہ بھی جل مری ہوگی۔''

''کیوں؟ وہ تو ہماری شریک تھی۔''

''پتہ نہیں! میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ باہر نہیں نکلی تھی۔''

''اب تم کہاں جاؤ گے؟''

''رات یہیں گزاروں گا۔''

پھر وہ دونوں خاموشی سے پیتے رہے تھے۔

بالآخر وہ ایک چھوٹا سا غار تلاش کر لینے میں کامیاب ہو گئے تھے جہاں رات گزار سکتے۔ حمید تو فوراً ہی ڈھیر ہو گیا تھا اور ریما بیٹھ کر ہانپنے لگی تھی۔

''یہاں کتنا اندھیرا ہے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''اندھیرا تمہیں کھا نہ جائے گا۔ چپ چاپ بیٹھی رہو۔'' حمید نے کہا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی نے اکرام کے اس طرح بھاگ نکلنے پر کسی قسم کی رائے زنی کیوں نہیں کی۔

''بھوک لگ رہی ہے۔'' دفعتاً وہ کراہا۔

''کچھ بھی تو نہیں ہے ہمارے پاس۔'' فریدی بولا۔

''لائیے دو چار کارتوس ہی نگل لوں!''

''بالکل مجبور ہوں! کچھ نہیں کرسکتا۔'' فریدی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''اُوہو...... یاد آیا...... ریما کے تھیلے میں بھنا ہوا اناج تھا۔''

''اگر وہ تھیلے سمیت گاڑی سے دھکیلی گئی ہوگی تو......!''

''آخر اکرام کو کیا ہو گیا تھا؟''

''میرا خیال ہے کہ وہ بہت زیادہ خائف تھا۔''

''جہنم میں جائے۔'' حمید پیٹ پر ہاتھ مار کر کراہا اور پھر ریما سے اُس کے تھیلے کی خیریت دریافت کرنے لگا۔

''وہ بھی گاڑی ہی میں رہ گیا۔'' وہ روہانسی ہوکر بولی۔ ''میرا سوٹ کیس بھی گیا۔ اب میں بالکل مفلس ہوں۔''

''فکر نہ کرو...... صبح ہم یقیناً کسی نہ کسی بستی میں پہنچ جائیں گے اور تمہیں یتیم و لاوارث ظاہر کر کے تمہارے نام پر چندے کی اپیل کریں گے۔ اگر میں نے خود کو یتیم یا لاوارث ظاہر کر کے کچھ کرنا چاہا تو لوگ کہیں گے چل ہٹ...... جا کر محنت مزدوری کر...... لیکن تمہیں...... اُوہ.... ہر ایک یہ چاہے گا کہ تم اس کی بہن یا بیٹی بن جاؤ.... کرنسی کی بارش ہو جائے گی تم پر۔''

''میں بھیک نہیں مانگنا چاہتی۔ میں بھی مزدوری کرسکتی ہوں۔''

''کون کرنے دے گا...... تم بہت خوبصورت ہو...... لوگ یہی چاہیں گے کہ تم پل بھر میں کروڑ پتی بن جاؤ۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟''

''اسے کیا کرنا چاہئے۔'' حمید نے اردو میں فریدی سے پوچھا۔

لیکن اسے کوئی جواب نہ ملا۔

''کیا آپ تشریف نہیں رکھتے جناب عالی۔'' اُس نے پھر ہانک لگائی۔

پھر بھی جواب میں کچھ نہ سن سکا۔

بالآخر ٹارچ روشن کی۔ فریدی کا کہیں پتہ نہ تھا۔

''کک...... کیوں...... تمہارا ساتھی کہاں ہے۔'' ریما ہکلائی۔ لیکن حمید کچھ نہ بولا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر ڈری ڈری سی آواز میں بولی۔ ''تم کہاں ہو۔''

''اگر مجھ سے پوچھ رہی ہو تو میں وہیں ہوں جہاں پہلے تھا۔'' حمید نے کراہ کر کہا۔

''کیا تمہیں کوئی تکلیف ہے؟''

''کیا تمہیں بھوک نہیں لگی۔''

''میں فاقہ کشی کی عادی ہوں۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ لیکن تمہارا ساتھی کہاں گیا؟''

''ہوسکتا ہے کھانے کی تلاش میں گیا ہو۔ اس وقت پہاڑی لومڑیاں بکثرت مل جائیں گی۔''

''لومڑیاں......تم لوگ لومڑیاں کھاتے ہو۔''

''اگر چھپکلیاں نہ مل سکیں تو کھانی ہی پڑتی ہیں۔''

''چھپکلیاں......!'' ریما کی گھٹی گھٹی سی آواز اندھیرے میں گونجی۔ ''ٹارچ......مم...... ٹارچ روشن کک......کرو......!''

''ٹارچ تو نہیں ہے میرے پاس! ارے......ارے......یعنی کہ......!''

ریما اُس پر آ گری تھی اور بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

''کیا ہوا......کیا بات ہے۔'' حمید بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

''مم......مجھے......چھپکلیوں سے خوف معلوم ہوتا ہے۔''

''تو میں کیا بگاڑ لوں گا چھپکلیوں کا۔''

''مجھے ڈراؤ نہیں۔''

''جو لوگ سکون کی تلاش میں ہوں اُن کی راہ میں عموماً چھپکلیاں ہی حائل ہوتی ہیں۔ چپکے سے زندگی میں داخل ہوئیں اور عمر بھر سرسراتی رہیں۔ پھر قبر ہی میں پہنچ کر اُن سے چھٹکارا ہوتا ہے۔ سنا ہے بعض چھپکلیاں قبر میں بھی کود جاتی ہیں۔''

''تم اتنی بکواس کیوں کرتے ہو۔''

''میری کھوپڑی میں غلطی سے عورت کا بھیجا رکھ دیا گیا تھا۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ حمید نے سوچا شائد اُسے بہت زیادہ سردی لگ رہی ہے۔ سردی تو خود اُسے بھی لگ رہی تھی۔

وہ چند لمحے اُس سے لگی بیٹھی کانپتی رہی پھر بولی۔ ''تم لوگ میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہے۔ اُن دونوں سے میرا پیچھا چھڑا دیا لیکن اب تم خود کس چکر میں پھنس گئے اور وہ بیچاری

عورت کس بلا کا شکار ہوئی۔''

''وہ خشکی کی جونکوں کا شکار ہوئی تھی۔ جو ہزاروں کی تعداد میں پائی جاتی ہیں۔''

''کون لایا تھا......؟''

''کاش ہمیں معلوم ہوسکتا۔''

''بتاؤ نا......وہ لوگ کون ہیں جو تمہارا پیچھا کررہے تھے۔''

''تم ہی بتاؤ کہ تمہاری مرسیڈیز میں ٹرانسمیٹر کی موجودگی کا کیا مطلب تھا۔''

''گاڑی میری ملکیت نہیں تھی...... میں نہیں جانتی کہ انہوں نے کہاں سے اور کیونکر فراہم کی تھی۔''

''مجھے خزانے والی بات میں کسی قدر سچائی نظر آتی ہے۔''

''کھلی ہوئی بکواس تھی۔''

''بھکشو نے کسی ایسی تحریر کا ذکر کیا تھا جو چمڑے پر تھی۔''

''میں نے اس سے انکار تو نہیں کیا۔''

''تم نے سرے سے اُسے تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔''

''بے شک ایسی ایک تحریر میرے پاس تھی۔ میں اُسے پڑھنا چاہتی تھی۔ اُن دونوں نے میری یہ مشکل آسان کردی تھی.....لیکن انہوں نے مجھے ہرگز یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کا تعلق کسی خزانے سے ہے۔''

''لیکن آخر تم نے اسی وقت ایسی کسی تحریر کا اعتراف کیوں نہیں کرلیا تھا۔''

''بات خزانے کی ہوئی تھی تحریر کی نہیں اور پھر میں تو ایسے حالات میں گزرتی رہی تھی کہ مجھے اپنے حواس خمسہ پر اعتماد ہی نہیں رہ گیا تھا۔ یقین کرو مجھے کچھ بھی تو یاد نہیں۔ میری نظروں میں تو صرف اُس عورت کی تڑپ تھی اور کانوں میں اُس کی چیخیں۔''

''اب خاموش ہوجاؤ۔ مجھے اپنے معدے کی آواز سننے دو۔''

''مجھے حیرت ہے کہ دن بھر کی بھوک سے لوگ اتنے نڈھال کیوں ہوجاتے ہیں۔ میں تو کئی دن تک کچھ نہیں کھاتی پیتی۔''

''اتنی دیر سے سر جو کھا رہی ہو۔''

''کیا تمہیں خاموشی سے گھٹن نہیں ہوتی۔''

''خاموشی تو میری رفیقہ حیات ہے لہٰذا وہ کسی عورت کی سوکن ہی کہلائے گی۔ اس لئے شادی نہیں کی میں نے۔''

''جھوٹ تمہاری پیشانی پر تحریر ہے۔''

''اور اندھیرے میں بھی چمک رہا ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ اگر اس وقت بھوکا نہ ہوتا تو تم میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا۔ تم اپنا دل چھوٹا نہ کرو۔''

دونوں دیر سے پی رہے تھے لیکن ان کے حواس رخصت نہیں ہوئے تھے۔ اُن کے چہروں پر توانائی کے آثار دور سے بھی نظر آ سکتے تھے۔

دفعتاً ناصر نے لیکراس سے پوچھا۔ ''وہ بیہوش آدمی اب کہاں ہے جسے ہم نے موٹیل سے اٹھایا تھا۔''

''تمہیں ایسی باتوں سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔ جن کا تمہارے کاموں سے کوئی تعلق نہ ہو۔''

''اُس ٹیم کی سربراہی میں ہی تو کر رہا تھا۔''

''اُس سلسلے میں تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔''

''اونہہ......!'' ناصر نے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ ''جہنم میں جائے۔''

اب وہ خاموش ہو کر سگریٹ سلگا رہا تھا۔

لیکراس نے اوورکوٹ کی جیب سے رول کیا ہوا چمڑے کا ایک شیٹ نکالا اور اُسے میز پر پھیلانے لگا۔

''یہ کیا ہے؟'' ناصر چونک کر آگے جھکا۔

''یہ اس بھکشو کے پاس سے برآمد ہوا تھا جسے فریدی نے مار ڈالا تھا۔''

''یہ ہے کیا......!''

''پتہ نہیں! لیکن یہ تحریر بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ اُس دور میں کاغذ نہیں تھا۔ چمڑے پر لکھائی ہوتی تھی۔''

''ذرا میں بھی تو دیکھوں۔'' ناصر نے اُسے اپنے آگے کھسکاتے ہوئے کہا۔ چند لمحے اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''یقیناً یہ بہت پرانی تحریر ہے۔ لیکن میں اس رسم الخط کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔''

''خیر دیکھا جائے گا۔'' لیکراس بولا اور اُسے دوبارہ رول کر کے جیب میں ڈال لیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر لیکراس ناصر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''واقعی تم بہت دلیر آدمی ہو۔ پارٹی کا لیڈر تم پر فخر کرتا ہے۔''

''دس سال پہلے میں بہت زیادہ بزدل تھا۔'' ناصر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''یقین نہیں آتا۔''

''یہ حقیقت ہے۔ بندوق کی آواز سن کر میرا دم نکلتا تھا۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔ کیونکر یقین کر لیا جائے۔''

''مجھے جھنجھلاہٹ نے دلیر بنایا ہے۔ اس پیشے میں آنے سے پہلے میں بہت دولت مند تھا اور یہ دولت مجھے ورثے میں ملی تھی۔ طبعاً بہت نیک تھا البتہ دوستوں کی بھیڑ اپنے گرد دیکھنا پسند کرتا تھا۔ حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ان دوستوں میں زیادہ تر ایسے تھے جو کسی نہ کسی طرح مجھ سے مالی فائدہ اٹھاتے رہتے تھے۔ میں تھا قہقہوں کا رسیا...... اپنی محفلوں کی زندگی برقرار رکھنے کے لئے بے دریغ خرچ کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ میری مالی حالت بگڑنے لگی۔ تب مجھے ہوش آیا...... اور میں نے اُن دوستوں سے اپنی بڑی بڑی رقومات کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا، جو انہوں نے بطور قرض مجھ سے لے رکھی تھیں۔ اس وقت تک میں کنوارا تھا ارادہ ہی نہیں تھا شادی کرنے کا۔ میں جانتا تھا کہ مجھ جیسے لااُبالی آدمی کے ساتھ کوئی لڑکی خوش نہیں رہ سکتی۔ لیکن ان مقروض دوستوں میں سے ایک نے اپنی لڑکی زبردستی میرے سر منڈھ دی۔ لڑکی کمسن تھی۔ میں نے اسے گودوں میں کھلایا تھا۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں اس وقت چالیس کے قریب تھا

اور وہ صرف تیرہ سال کی۔ بہر حال یہ چکر محض اس لئے چلایا گیا تھا کہ میں اس لڑکی کے باپ سے اُس بڑی رقم کا مطالبہ نہ کروں۔''

''کیا تمہیں نشہ ہو رہا ہے؟'' دفعتاً لیکراس نے اُسے ٹوکا۔

''کیا مطلب......؟''

''تو کیا اُس تیرہ سال کی لڑکی نے تمہیں دلیر بنا دیا تھا۔''

''نہیں......!'' ناصر میز پر گھونسہ مار کر چیخا۔''خاموشی سے سنتے رہو۔ میں دل کا بخار نکالنا چاہتا ہوں۔ جب وہ اٹھارہ سال کی ہوئی تو عدالت میں جا کھڑی ہوئی اور تنسیخ نکاح کی درخواست پیش کر دی۔''

''اُوہو......!''

''وہ کامیاب ہو گئی اور اپنی پسند کے ایک نوجوان کے ساتھ چل دی۔''

''ٹریجڈی۔''

''وہ کبھی ایسا نہ کرتی اگر میں مفلس نہ ہو گیا ہوتا۔ مجھ میں اور کوئی کمی نہ تھی۔ کیا میں پچاس سال کی عمر میں بھی تمہیں بوڑھا لگ رہا ہوں۔''

''ہرگز نہیں۔'' لیکراس بولا۔''تمہارے بازو سیسہ پلائے ہوئے ہیں۔''

''میں نے سب کچھ اُس پر لٹا دیا تھا۔ میں اُسے بہت چاہتا تھا۔ وہ میری پہلی اور آخری محبت تھی۔''

''اب میں سمجھا۔'' لیکراس طویل سانس لیکر بولا۔''اُسی جھلاہٹ نے تمہیں خونی بنا دیا۔''

''یقیناً...... میں آج بھی اس کی تلاش میں ہوں...... جہاں بھی ہاتھ آ گئی قیمہ کر کے رکھ دوں گا۔''

''تم بہت شور مچا رہے ہو۔'' دفعتاً کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے ناصر کو مخاطب کر کے کہا۔

ناصر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''اُوہ......کیا بات ہے۔'' لیکراس بھی اٹھتا ہوا بولا۔

''میں اُسے سبق دوں گا۔''

''بات کیا ہے؟''

''بکواس کر رہا ہے۔''

''کچھ بھی ہو..... تمہیں مصلحتاً خاموش رہنا چاہئے۔ جھگڑوں کو کسی اور وقت پر اٹھا رکھو۔''

کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا آدمی بھی اُسے گھورے جا رہا تھا۔ ٹھیک اسی وقت کسی نے صدر دروازے پر دستک دی اور کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اس کی طرف دیکھا جس نے ناصر کے لئے دروازہ کھولا تھا۔ دروازہ کھلنے پر ایک آدمی لڑکھڑاتا ہوا اندر داخل ہوا۔

''اُوہو.....!'' لیکراس مضطربانہ انداز میں اٹھ کر اسکی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ''یہ کیا ہوا۔''

''مم..... میں زخمی ہوں۔'' وہ کراہتا ہوا بولا۔ ''میری ران میں گولی لگی ہے۔''

ناصر نے اُسے سہارا دیا اور اُسے میز تک لانے میں لیکراس نے بھی ناصر کا ہاتھ بٹایا۔

کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا آدمی بھی ان کے قریب آ گیا تھا۔

دفعتاً زخمی ناصر کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''کوئی تمہاری گاڑی لے گیا۔ میں نے اُسے للکارا تھا اُس نے فائر کر دیا۔''

ناصر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ لیکراس بولا۔ ''ٹھہرو۔''

اُدھر کاؤنٹر والا کہہ رہا تھا۔ ''لیکن میں نے تو فائر کی آواز نہیں سنی۔ میرا خیال ہے کسی نے بھی نہ سنی ہوگی۔''

ناصر دروازے کے قریب رک گیا تھا۔ لیکراس نے کاؤنٹر والے کو زخمی آدمی سے متعلق کچھ ہدایات دیں اور ناصر کی طرف بڑھا۔

''جلدی مت کرو۔'' وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے بولا۔

فطرتاً وہ ٹھنڈے دماغ کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

''میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ سائیلنسر لگا ہوا لانگ رینج کا کوئی اسلحہ استعمال کرتا رہا ہے۔'' ناصر نے تلخ لہجے میں کہا۔

''کیا تم اپنے ساتھی کی لاش سڑک پر ہی چھوڑ آئے تھے۔''

''ہاں..... کنپٹی پر فائر کیا تھا اور دھکا دے دیا تھا۔''

''بنیادی غلطی..... لاش نے اُس کا راستہ روکا ہوگا۔ لہٰذا نیلم سرائے کے راستے پر اُس کا لگ جانا حیرت کی بات نہیں۔''

''مجھے ٹرانسمیٹر پر ہدایت ملی تھی کہ نیلم سرائے جاؤں اور اُس گاڑی میں بھی ٹرانسمیٹر موجود تھا جس میں وہ لوگ سفر کر رہے تھے۔''

''لیڈر کو احمق نہ سمجھو۔ جب وہ تم سے گفتگو کر رہا ہو تو سمجھ لو کہ دنیا کا کوئی دوسرا ٹرانسمیٹر اس کی آواز کو ریسیو نہیں کر سکتا۔ چلو باہر۔''

''لیکن ضروری نہیں کہ وہ گاڑی لے کر قطعی طور پر چلا گیا ہو۔'' ناصر پُرتشویش لہجے میں بولا۔ ''باہر اندھیرا ہے...... گاڑی قریب ہی کہیں چھوڑ کر خود پلٹ آیا ہو۔''

''کیا حقیقتاً وہ ایسا ہی ہے۔''

''میرے یا تمہارے تصورات سے بھی زیادہ۔ یہ سارا علاقہ اس کا دیکھا بھالا ہے۔''

لیکراس کچھ کہتے کہتے رک کر پھر زخمی کی طرف دیکھنے لگا جس کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔

زخمی دوسروں سے کہہ رہا تھا۔ ''میں نہیں جانتا وہ کون تھا...... فائر کی آواز تو میں نے نہیں سنی تھی۔ کچھ دیر بعد خیال آیا تھا کہیں گولی نہ چلی ہو۔ ہاں ہاں سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کی گولی۔''

دو مسلح آدمی جو اس واقعے پر باہر جانا چاہتے تھے اس کی پوری بات سن کر جہاں تھے وہیں رہ گئے۔

لیکراس بھی اُسی میز کی طرف پلٹ آیا اور جھک کر گولی کا زخم دیکھنے لگا۔

بھوک میں نیند کہاں۔ لیکن حمید کو ریما پر سچ مچ حیرت ہوئی۔ وہ بڑے مزے سے خراٹے لے رہی تھی۔ حمید نے اپنا اوورکوٹ بھی اُس پر ڈال دیا تھا اور خود دانت بھینچے اکڑوں بیٹھا دل ہی دل میں صرف اپنے آپ کو گالیاں دے رہا تھا۔

اپنے آپ کو یوں گالیاں دے رہا تھا کہ یہ بلا خود ہی تو گلے لگائی تھی جس نے اُوور

کوٹ تک اتروالیا تھا۔

سردی تھی کہ جہنم میں ٹھنڈک کا خواب......تو کیا یہ لڑکی اسی طرح اُن کے سروں پر مسلط رہے گی۔ فریدی نے خود ہی اس کے لئے یہ موقع فراہم کیا تھا۔ خود ہی یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ ان بھکشوؤں کی فریب خوردہ ہے۔

بس تو پھر اُس آسیب سے چھٹکارا کہاں، جو خود ہی اپنے اوپر مسلط کیا جائے۔ وہ سوچتا اور تاؤ کھاتا رہا کہ شائد اسی طرح خون میں کچھ گرمی آئے اور جبڑے ڈھیلے پڑیں۔

دفعتاً وہ چونک پڑا۔ غار کے دہانے کے قریب ہلکی سی روشنی دکھائی دی تھی۔

سردی کا احساس ایک لمحے کے لئے ذہن سے محو ہوگیا۔ وہ بڑی پھرتی سے ریوالور نکال کر دہانے کی طرف جھپٹا تھا۔

''حمید......!'' کسی نے آہستہ سے اُسے آواز دی۔

وہ کچھ نہ بولا۔ ریوالور کی نال دہانے کی طرف تھی۔ پھر جب دوسری آواز دی گئی تو اعصاب کا تناؤ فوری طور پر کم ہوگیا۔ آواز فریدی ہی کی تھی۔ وہ باہر نکلا۔

''کیا وہ جاگ رہی ہے۔'' اُس نے پوچھا۔

''میں بھی سو رہا ہوتا اگر میرا اُوور کوٹ خود میرے جسم پر ہوتا۔''

''چلو اچھا ہی ہوا۔''

''آپ براہِ کرم اندر تشریف لے چلئے۔ میں دانت بجانا چاہتا ہوں۔''

''اچھا......اچھا......لیکن سنو......تمہیں ابھی یہاں سے روانہ ہوجانا ہے۔''

''پیدل......!''

''نہیں گاڑی ہے۔ سیدھے ریگم بالا جاؤ۔''

''اور اُس بلا کا کیا ہوگا۔''

''وہ بھی تمہارے ساتھ ہی جائے گی۔''

''اور آپ......!''

''اب اس اور کا سلسلہ ختم کرو۔ صرف تم دونوں جاؤ گے۔''

''ریگم بالا میں کہاں جاؤں گا۔ میرے لئے وہ جگہ بالکل نئی ہوگی۔''

''وہاں دو بہت اچھے ہوٹل ہیں۔ کسی ایک میں قیام کرنا۔''

''کیا وہ سڑک سیدھی ریگم بالا ہی جاتی ہے۔''

''بالکل اور یہ بھی ذہن نشین کرو کہ تم وہاں صبح سے پہلے نہ پہنچ سکو گے۔''

''آپ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ میں آپ کی طرح فوری طور پر گاڑی روک کر چھلانگ نہیں لگا سکتا اور اُس بلا کو بغل میں دبا کر چھلانگ لگانا تو بالکل ہی ناممکن ہوگا۔''

''جو گاڑی میں نے تمہارے لئے مہیا کی ہے اُس میں بھی خود کار ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ اگر تم سے گاڑی روکنے کے لئے کہا جائے تو فوری طور پر روک دینا پہلے بھی تم میرے ساتھ نہیں کودے تھے۔ پھر تمہارا کیا بگڑا تھا۔''

''انہیں خصوصیت سے آپ کی تلاش تھی۔''

''تھی نہیں بلکہ اب بھی ہے...... بے فکر رہو۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نہ صرف قربانی کا بکرا ہوں بلکہ ایک بکری بھی مجھ پر سوار کرادی گئی ہے۔''

''وقت نہ ضائع کرو حمید...... آؤ میں تمہیں گاڑی دکھاؤں۔''

وہ پھر باہر نکلے تھے...... فریدی اُسے اس جگہ لایا جہاں ایک کار کھڑی تھی۔

''کہاں سے ہاتھ لگی۔''

''میرا اندازہ درست تھا کہ ناصر ادھر سے نیلم سرائے ہی گیا ہوگا۔''

''نیلم سرائے۔''

''ہاں اُسے بھی موٹیل ہی سمجھ لو۔ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے اور یہ گاڑی ناصر کی ہے۔''

''تب پھر وہ بھی اس گاڑی کی تلاش میں ادھر آ سکتے ہیں۔''

''شاید ہی کوئی اندھیرے میں باہر نکلنے کی کوشش کر سکے کیونکہ میں ایک آدمی کو زخمی کر آیا ہوں...... اچھا بس...... میں چلا۔''

حمید اُس کو اُسی سمت دیکھتا رہا جدھر سے گاڑی لایا تھا۔

اُس نے ٹھنڈی سانس لی اور ہتھیلی سے پیشانی تھپکتا ہوا غار کے دہانے کی طرف چل پڑا۔

نئی دشواریاں

دوسرے دن مطلع صاف تھا۔ سورج اپنی تمام تر تابناکیوں سمیت مشرق سے ابھرا تھا اور برف پگھلنے لگی تھی۔

نیلم سرائے میں صبح ہی سے ہنگامہ برپا تھا۔ کسی نے رات اُس کے اسٹور میں نقب لگائی تھی اور ڈبوں میں محفوظ اغذیہ کی خاصی بڑی مقدار نکال لے گیا تھا۔

نیلم سرائے کا مالک آج پیشہ ور شکاریوں کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اُس چوری کے بھی وہی ذمہ دار ہوں۔ حالانکہ پچھلی رات اُس زخمی شکاری کی مرہم پٹی اُسی نے کی تھی جو نامعلوم آدمی کی گولی کا نشانہ بنا تھا۔

لیکراس نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ بپھر کر بولا۔ ''دیکھو مسٹر تم غیر ملکی ہو۔ اپنے آدمیوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہیں بھی مشورہ دوں گا کہ اگر تمہیں شکار کا شوق ہے تو ان کمینوں کا ساتھ چھوڑ دو۔''

''مائی ڈیئر سردار زمن......!'' لیکراس نرم لہجے میں بولا۔ ''ہمارا کوئی آدمی اپنے ہی کسی آدمی کو کیوں زخمی کر جاتا...... یقین کرو کہ یہ حرکت کسی دوسری پارٹی کی ہے۔ انہوں نے نقب لگائی سامان نکالا اور اُسے ناصر کی گاڑی پر لاد کر فرار ہو گئے۔''

''پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ یہاں کون ہے، جو میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔''

''یہی تو ہم دیکھیں گے کہ وہ کون ہیں...... میری پارٹی کا ایک آدمی زخمی ہوا ہے۔''

''میرا خسارہ کون پورا کرے گا۔''

''اور ہمارے خسارے کے متعلق کیا خیال ہے۔ ہم تمہارے گاہک ہیں۔ ہماری گاڑی یہیں سے غائب ہوئی ہے۔ تمہارا چوکیدار کہاں مر گیا تھا۔''

سردار زمن ڈھیلا پڑ گیا۔

ناصر پچھلی رات اتنی پی گیا تھا کہ پھر اُسے اپنی سدھ ہی نہ رہی تھی اور اب بھی وہ اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔

اگر وہ اس وقت جاگ رہا ہوتا تو بات بڑھ جاتی۔ سردار زمن سے ضرور الجھ پڑتا۔

لیکراس سردار زمن کو کسی قدر ٹھنڈا کرنے کے بعد اپنے کمرے میں آیا۔ کھڑکی کھول کر دوربین اٹھائی اور سامنے دور تک دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف چمک رہی تھی اور حد نظر تک ہو کا عالم تھا۔ لیکراس کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آئے۔ اس نے دوربین ایک طرف رکھ دی اور کھڑکی کے قریب ہی کھڑا کسی سوچ میں گم رہا۔

کچھ دیر بعد وہ چونک کر دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کوئی دستک دے رہا تھا۔

''آ جاؤ......!'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

دروازہ کھول کر اندر آنے والا ناصر تھا۔ اُس کے چہرے پر پچھلی رات کی بسیار نوشی عجیب طرح کی وحشت چھوڑ گئی تھی۔

''یہ کیسا ہنگامہ ہے؟'' اُس نے لیکراس سے پوچھا۔

''تمہاری گاڑی کے ساتھ ہی سردار زمن کا کچھ سامان بھی غائب ہے۔ کسی نے پچھلی رات اسٹور میں نقب لگائی تھی۔''

''نقب......!''

''ہاں وہ صرف کھانے پینے کی چیزیں لے گیا ہے۔''

''فریدی......!''

''یقین کے ساتھ تو نہیں کہا جا سکتا۔'' لیکراس اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''سردار زمن کے بیان کے مطابق یہ پہلا واقعہ ہے۔''

''فریدی اور صرف فریدی۔ کھانے پینے کی چیزیں صرف وہی لے جا سکتا ہے۔''

دفعتاً لیکراس کے چہرے کی نرمی غائب ہو گئی۔ ناصر نے اُسے محسوس کیا لیکن کچھ بولا نہیں۔

''تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ تم سے کتنی بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔'' لیکراس نے کچھ

دیر بعد خشک لہجے میں کہا۔

''ٹھہرو......!'' ناصر ہاتھ اٹھا کر بولا۔''میں اس وقت خود کو چڑ چڑا محسوس کر رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد گفتگو ہوگی۔''

پھر وہ دروازے کیطرف مڑا تھا اور فرش پر زور زور سے پاؤں مارتا ہوا باہر چلا گیا تھا۔

دروازہ بھی زوردار آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔

لیکراس بند دروازے کو گھورتا رہا پھر آگے بڑھ کر اُسے بولٹ کر دیا۔

پھر اس نے جیبی ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس کا سوئچ آن کر کے منہ کے قریب لاتا ہوا آہستہ آہستہ بولا۔''ہیلونکی......ہیلونکی......نکی اٹ از لیکراس!''

بار بار یہی الفاظ دہراتے رہنے کے کچھ دیر بعد اُس نے کسی کی آواز سنی!

''یس......اٹ از نکی سر......!''

''وہاٹ نیوز......؟''

''جو گاڑی نیلم سرائے سے چرائی گئی تھی اس وقت ریگم بالا کی طرف جارہی ہے لیکن اُس میں فریدی نہیں ہے۔''

''پھر کون ہے؟''

''کیپٹن حمید......اور ایک سفید فام لڑکی۔''

''پی سی آٹھ ہزار آٹھ سو اٹھاسی نمبر کی مرسیڈیز کی تلاش جاری رکھو۔ وہ فریدی کے قبضے میں ہوگی۔''

''بہت بہتر جناب۔''

''ایک بار پھر سنو......گاڑی کا نمبر ہے پی سی آٹھ ہزار، آٹھ سو اٹھاسی۔''

''میں نے نوٹ کرلیا ہے جناب۔''

''اُوور......اینڈ آل......!''

لیکراس نے سوئچ آف کر دیا۔ اُس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر بعد دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ لیکراس نے بولٹ گرا کر دروازہ کھولا۔

سامنے ناصر کھڑا تھا۔ اَب اُس کے چہرے پر بحالی نظر آرہی تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہوکر بولا۔ ''اب بات کرو۔''

''لیڈر کا خیال ہے کہ تم نے غفلت برتی ہے۔'' لیکراس نے خشک لہجے میں کہا۔

''آخر کس طرح......!''

''اس مہم کے آغاز ہی پر تمہیں ہدایت دی گئی تھی کہ فریدی ایک پل کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔''

''مجھے یاد ہے۔''

''پھر ایسا کیوں ہوا۔''

''ابھی تک کوئی ایسی عینک ایجاد نہیں ہوسکی جو آدمی کو اُلو بنا دے۔''

''کیا مطلب......؟''

''مائی ڈیئر لیکراس اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اندھیرے میں بھی روز روشن کی طرح دیکھ سکے۔''

''کچھ بھی ہو......اس سے دشواریاں بڑھ جائیں گی۔''

''سنو دوست! میں شکاری ہوں یا شکار کرتا ہوں یا شکار ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ تیسری بات ہماری زندگی میں کبھی نہیں ہوتی۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔'' وہ ناصر کو گھورتا ہوا بولا۔ ''اس مہم کے سلسلے میں تمہارا انتخاب موزوں نہیں تھا۔''

''اگر لیڈر کا حکم ہوتا تو میں فریدی کو گولی مار دیتا۔ محض نگرانی کے لئے تم کسی کتے کا بھی انتخاب کر سکتے تھے۔''

''خیر......خیر......اب اُسے بھول جاؤ......!'' لیکراس مسکرایا۔

''اب کیا کرنا ہے۔''

''فی الحال آرام......!''

''سمجھا! گویا اب مجھے یہاں نظر بندی کی ایک مدت بھی گزارنی پڑے گی۔''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔''

''مجھے بہلانے کی کوشش نہ کرو۔''

''اچھا تو پھر جہاں دل چاہے چلے جاؤ۔'' لیکراس کا لہجہ نرم ہی تھا۔

''یہ بات ہے۔'' ناصر لیکراس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

اس حرکت پر لیکراس اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

دفعتاً وہ ہنس پڑا اور بولا۔ ''جانتے ہو! وہ گاڑی اس وقت کہاں ہے، جو پچھلی رات تمہارے قبضے میں تھی۔''

''کہاں ہے؟''

''ریگم بالا کی طرف جا رہی ہے۔''

''فریدی......!''

''نہیں......اُس کا اسسٹنٹ اور وہ لڑکی جس کا ذکر تم نے کیا تھا۔''

''یہ تو بہت بُرا ہوا۔ یہ اُسکی بہت پرانی تکنیک ہے۔ جب وہ اپنے اسسٹنٹ کا ساتھ چھوڑ جائے تو سمجھ لو کہ جھنڈ سے بچھڑے ہوئے بھیڑیے ہی کی طرح خوفناک ہو جائے گا۔''

''پھر میں نے کچھ دیر پہلے یہی بات کہی تھی تو تمہیں اتنا بُرا کیوں لگا تھا۔'' لیکراس طویل سانس لے کر بولا۔ ''لیڈر یہی چاہتا تھا کہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے اور ہم اسے گھیر کر پکڑ لیں۔'' ناصر کچھ نہ بولا۔

لیکراس نے الماری کھول کر شراب نکالی اور دو گلاس میز پر رکھ دیئے۔ اس طرح اسے مزید دوستانہ ماحول پیدا کرنے میں آسانی ہوگئی۔

پھر وہ خاموشی سے پینے لگے تھے۔ کچھ دیر بعد ناصر بولا۔ ''اگر فریدی اُس گاڑی میں نہیں ہے تو پھر انہی اطراف میں ہوگا......ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔''

حمید نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ وہ اس علاقے سے کبھی کے نکل آئے تھے جہاں

پچھلی رات برفباری ہوئی تھی۔ لیکن ریگم بالا ''ہنوز دلی دوراست'' کی کہانی بن کر رہ گیا تھا۔

گاڑی رکتے ہی ریما چونک کر بولی۔ ''کیا ہم ریگم بالا پہنچ گئے۔''

''اگر اس ویرانی کا نام ریگم بالا ہے تو یقیناً پہنچ گئے ہونگے۔'' حمید نے جھنجھلا کر جواب دیا۔

سورج طلوع ہو چکا تھا اور حمید کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہوتی جارہی تھیں۔ پوری رات سفر ہی میں تو گزری تھی۔ ریما ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھی رہی۔

''میں پچھلی سیٹ پر سونے جارہا ہوں۔'' حمید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے گھورتا ہوا بولا۔ ''اب تم اسٹیئرنگ سنبھالو۔''

''ہرگز نہیں...... میں صرف اپنے دیکھے بھالے راستے ہی پر گاڑی چلا سکتی ہوں۔''

''تو پھر جہنم میں جاؤ۔'' حمید نے کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

گاڑی اُس نے پہلے ہی بائیں جانب والی ڈھلان میں اتار کر ایک مسطح جگہ پر روکی تھی۔

پچھلی سیٹ پر بیٹھتے وقت اُس نے ریما سے کہا تھا۔ ''ڈکے میں گوشت اور مچھلی کے ڈبے موجود ہیں۔ بھوک لگے تو کھالینا۔''

''میں گوشت ہرگز نہیں کھاؤں گی۔''

''دو چار ڈبے پھلوں کے بھی ہیں۔''

''مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ لیکن مجھے تنہا چھوڑ کر تم خراٹے نہیں لے سکتے...... سمجھے......!'' ریما نے تیز لہجے میں کہا۔

''میرے خراٹے تمہارے سکون میں خلل انداز نہ ہوسکیں گے۔ تم مزید سکون کی تلاش جاری رکھنا...... گڈ بائی۔'' حمید نے آنکھیں بند کرلیں۔

''نہیں......!'' ریما نے مڑ کر اُسے جھنجھوڑا۔

''اے ہاتھ نہ لگاؤ میرے جسم کو۔ نامحرم عورت۔''

''نامحرم...... نامحرم کیا...... اب تم مجھے اپنی زبان میں گالیاں دے رہے ہو۔''

''یہی سمجھ لو...... سونے دو مجھے۔''

''نہیں پہلے تم مجھے نامحرم کا مطلب بتاؤ گے۔''

''شراب کی بوتل کو کہتے ہیں۔''

''غلط کہہ رہے ہو...... کچھ اور مطلب ہوگا۔''

''چلو کچھ اور ہی ہوگا......اب پیچھا چھوڑو۔''

پھر وہ اُسے جھنجھوڑتی ہی رہ گئی تھی اور حمید بے خبر سو گیا تھا۔

لیکن دوبارہ آنکھ کھلی تو جھنجھوڑے جانے کی نوعیت ہی بدلی ہوئی پائی تھی۔

یہ ریما نہیں تھی جس نے اُسے جھنجھوڑ کر جگایا تھا بلکہ ایک طویل القامت اور ابا بیلی مونچھوں والا فوجی تھا۔ اُسکے پیچھے دو آدمی اور بھی تھے۔ انکے جسموں پر بھی فوجی وردیاں تھیں۔

''کیا بات ہے۔'' حمید نے بڑی مونچھ والے کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

''گاڑی کی کتاب اور ڈرائیونگ لائسنس دکھایئے۔'' جواب ملا۔

حمید نے ریما کیطرف دیکھا۔ وہ اگلی سیٹ پر تھی اور اسکے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''اوہو...... رینجرز نے ٹریفک پولیس کی ذمہ داریاں کب سے سنبھال لی ہیں۔'' حمید نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

''میں پاس بک مانگ رہا ہوں۔'' رینجر غرایا۔

''اماں......تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔'' حمید نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا اور پھر اگلی سیٹ پر جا بیٹھا۔

''کنجیوں کا چھلا کہاں گیا؟'' حمید نے اگنیشن سوئچ کو گھورتے ہوئے ریما سے پوچھا۔

''میں کیا جانوں۔''

''میں نے کنجی اگنیشن ہی میں چھوڑ دی تھی۔'' وہ ڈیش بورڈ کے مقفل خانوں کو پرتشویش نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ پھر ریما پر الٹ پڑا۔ ''تم بہت لاپرواہ ہو۔ اب بتاؤ میں کنجیاں کہاں تلاش کروں۔ پاس بک اور دوسرے کاغذات انہیں خانوں میں بند ہیں۔''

ریما کے ہونٹ ہلے لیکن آواز نہ نکلی۔ حمید کا لہجہ ایسا ہی تھا جیسے اپنی لاپرواہ بیوی سے ہم کلام ہو۔

''بس حضور......!'' رینجر ہاتھ اٹھا کر زہریلے لہجے میں بولا۔ ''اب چپ چاپ وہ اوزار نکال لیجئے جس سے جناب نے انجن اسٹارٹ فرمایا تھا۔''

''کیا مطلب......؟''

دفعتاً رینجر نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ ''یہ ایک مسروقہ گاڑی ہے تم دونوں خاموشی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔''

حمید نے سوچا یہ تو بہت بُرا ہوا۔ اب شاید یہ لوگ اپنی چوکی پر لے جائیں گے۔ کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا۔

اُس نے ریما کو اگلی سیٹ چھوڑ دینے کا اشارہ کیا اور خود بھی نیچے اُتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا۔

''نہیں ٹھہرو۔'' رینجر بولا۔ ''اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔''

حمید نے چپ چاپ تعمیل کی۔ لیکن جیسے ہی ایک سپاہی اُس کی تلاشی کے لئے آگے بڑھا اُس نے ہاتھ نیچے گرا دیئے اور بولا۔ ''یہ ناممکن ہے...... تم مجھے گولی ماردو۔''

''کیا مطلب......؟''

''میں کسی نامحرم کو اپنے جسم میں ہاتھ نہ لگانے دوں گا۔''

اُس سپاہی نے دانت نکال دیئے، جو تلاشی کے لئے آگے بڑھا تھا۔

''جو کہا جارہا ہے کرو...... ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔'' ریوالور والے نے کہا۔

''گاڑی کی کنجی اس جیب میں ہے نکال لو۔'' حمید سپاہی سے بولا۔ ''اس کے علاوہ تم سے کوئی اور حرکت سرزد ہوئی تو نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔''

''یہ کیا ہو رہا ہے...... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' دفعتاً ریما بڑبڑائی۔

تینوں رینجر اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور حمید نے بڑی پھرتی سے گاڑی کی کنجی جیب سے نکال کر زمین پر گرادی۔ وہ جامہ تلاشی سے بچنا چاہتا تھا۔ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کا شناختی کارڈ دیکھ سکیں یا بغلی ہولسٹر میں موجود سروس ریوالور ان کی نظروں میں آسکے۔

''تم لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ یہ گاڑی میں نے اپنے ایک شکاری دوست سے عاریتاً لی ہے۔'' حمید نے ریوالور والے کو مخاطب کر کے کہا۔

''تمہیں ہماری چوکی تک ہر حال میں چلنا پڑے گا۔'' رینجر بولا۔

''میں کہیں بھی چلنے کو تیار ہوں لیکن جامہ تلاشی نہیں لینے دوں گا۔ اس کا اختیار تمہارے آفیسر کو ہوگا۔''

''ان دونوں کو جیپ میں لے چلو۔'' ریوالور والے نے دونوں سپاہیوں سے کہا اور خود جھک کر حمید کی پھینکی ہوئی کنجی اٹھانے لگا۔

اُن کی جیپ سڑک پر کھڑی تھی۔ دونوں سپاہی انہیں جیپ کی طرف لے چلے۔

انہیں پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا تھا۔ ایک سپاہی بھی حمید کے برابر بیٹھ گیا اور دوسرے نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔

تیسرا حمید والی گاڑی کو اسٹارٹ کر کے سڑک پر لا رہا تھا۔

جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی اور ریما منمنائی۔ ''اب ہم کہاں جا رہے ہیں۔''

''سکون کی تلاش میں۔'' حمید بولا۔

''تم مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو۔''

''پریشان تو اب یہ لوگ ہوں گے۔''

''یہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں!''

''سرحدوں کے محافظ ہیں۔ انہوں نے ہم پر الزام لگایا ہے کہ ہم کسی کی گاڑی چرا لائے ہیں۔''

''تو کیا سچ مچ وہ گاڑی چرائی ہوئی تھی۔''

''اور نہیں تو کیا اس ویرانے میں گاڑیوں کی تجارت ہوتی ہے۔''

''اب کیا ہوگا۔''

''ان کے ٹھکانے پر ہی پہنچ کر معلوم ہو سکے گا۔''

فریدی غار سے باہر نکلا۔ اس وقت وہ نیلم سرائے سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ رات اُس نے یہیں بسر کی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس وقت وہ لوگ اسکی تلاش میں ضرور نکلے ہونگے۔

اُس نے پوستین کی اندرونی جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس کا سوئچ آن کر کے اسے منہ کے قریب لایا۔

''ہیلو...... بلیک ٹو تھری نائین...... ہیلو ہیلو...... اٹ از ہارڈ اسٹون...... ہیلو...... بلیک ٹو تھری نائین...... ہارڈ اسٹون کالنگ......!''

''اٹ از ٹو تھری نائین سر۔'' ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔

''وہاٹ نیوز.....؟''

''سڑک پر کچھ بھی نہیں مل سکا جناب۔ آپکی بتائی ہوئی جگہ سے ریگم بالا تک کہیں کوئی لاش نہیں ملی، البتہ موٹیل بالکل راکھ کا ڈھیر ہو چکا ہے۔ اکرام کی تلاش جاری ہے۔ اُوور....!''

''میرا خیال ہے کہ تمہیں اُس راکھ کے ڈھیر میں چھ عدد جلی ہوئی لاشیں ضرور ملیں گی......اُوور......!''

''ٹیکم گڈھ کے فائر بریگیڈ کا عملہ کام کر رہا ہے......اُوور......!''

''اُوور اینڈ آل......!'' فریدی نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر دیا۔

یہ ایک تنگ سا درہ تھا جہاں دھوپ کا گزر تو نہیں تھا لیکن اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ آسمان کا کیا رنگ ہوگا۔

وہ پھر غار میں واپس چلا آیا۔ اپنے آدمیوں سے اُس نے پچھلی رات ہی رابطہ قائم کر لیا تھا اور ضروری معلومات فراہم کی تھیں۔

ٹھیک دس منٹ بعد وہ غار سے باہر آیا اور ٹرانسمیٹر پر پھر کسی سے رابطہ قائم کیا۔

''انہیں رینجرز نے پکڑ لیا ہے اور اپنی چوکی کی طرف لے جا رہے ہیں۔'' ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ ''رینجرز کو اس مسروقہ کار پر نظر رکھنے کا حکم ملا تھا......اُوور......!''

''اُن دونوں پر نظر رکھو...... کوشش کرو کہ چوکی سے اُن کا چھٹکارا ہو جائے اور ذہن نشین کر و کہ اُسے انہیں اپنا شناختی کارڈ نہ دکھانا پڑے......اُوور......!''

''اگر وہ لوگ چوکی پر پہنچ گئے تو بے حد مشکل ہوگا......اُوور......!''

''تو پھر انہیں اس سے پہلے ہی روکنے کی کوشش کرو...... وہ چوکی پر نہ پہنچنے پائیں۔''

''بہت بہتر جناب......کوشش کی جائے گی......اُوور......!''

''مجھے مطلع کر دینا......اُوور......اینڈ آل......!'' فریدی نے کہا اور سوئچ آف کر دیا۔

اب اُسے جلد ہی یہ جگہ چھوڑ دینی تھی۔ درے سے نکل کر وہ کھلے میں آیا۔ چاروں طرف دھوپ بکھری ہوئی تھی اور برف پگھلنے لگی تھی۔

وہ ایسے راستوں پر چل رہا تھا جہاں سے نیلم سرائے کی عمارت کا سامنا نہ پڑتا ہو۔ زمین ہموار نہیں تھی پھر بھی وہ تیز رفتاری برقرار رکھے ہوئے تھا۔ بار بار گھڑی پر نظر بھی پڑتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اسے کسی مقررہ وقت پر کہیں پہنچنا ہو۔

پانچ منٹ بعد وہ رک گیا۔

ایک بار پھر جیبی ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس کا سوئچ آن کر کے بولا۔ ''ہیلو......تھری سکس......ہیلو تھری سکس......ہارڈ اسٹون کالنگ......ہیلو تھری سکس......!''

''یس سر......!'' ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ ''اِٹ از تھری سکس......!''

''ہارڈ اسٹون......ایٹ فکسڈ اسپاٹ۔''

''اُو کے سر......!''

اُس نے سوئچ آف کر دیا اور ٹرانسمیٹر کو جیب میں ڈالتے ہوئے وہیں ایک پتھر سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

تقریباً تیس یا چالیس فٹ نشیب میں وہ راستہ تھا جو مشرق کی سمت نیلم سرائے کے قریب سے گزرتا ہوا ریگم بالا والی سڑک سے جاملا تھا۔ اس پر زیادہ تر پیدل یا ٹٹوؤں پر سفر کرنے والے نظر آتے تھے۔ کبھی کبھی ایک آدھ بار برداری کا ٹرک بھی دکھائی دے جاتا۔

فریدی پتھر سے ٹکا کھڑا اس راستے پر دور تک نظر دوڑاتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد ایک ٹرک جنوب سے آتا دکھائی دیا۔ فریدی سیدھا کھڑا ہو کر شائد اس کے قریب پہنچنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ کی کھڑکی سے ایک ہاتھ برآمد ہوا جس میں سفید رومال تھا۔

فریدی ہاتھ ہلاتا ہوا نیچے اترنے لگا۔ ٹرک رک گیا تھا۔

وہ بار برداری والے حصے پر جا چڑھا اور ٹرک پھر حرکت میں آ گیا۔ ٹرک پر کئی کریٹ بار تھے جن میں مرغیاں تھیں۔ ایک گوشتے میں ایک سوٹ کیس بھی نظر آیا۔

فریدی کریٹوں کی اوٹ میں ہوکر سوٹ کیس کھولنے لگا۔

اس میں سے ضروریات کی کچھ چیزیں اور میک اپ کا سامان برآمد ہوا۔

نئی اطلاع

ڈرائینگ ہال میں ناصر اور لیکراس کسی کے منتظر تھے اور لیکراس کہہ رہا تھا۔ ''میں اُس کے ساتھ چلا جاؤں گا۔ تم یہیں مقیم رہو گے۔ مناسب وقت پر تمہیں کوئی خاص اطلاع ملے گی اسی کے مطابق عمل کرنا۔''

''میں غلط تو نہیں کہہ رہا تھا کہ اب تم لوگ مجھے نظر بند کر دینا چاہتے ہو۔ ناصر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''تم پھر بہکنے لگے۔'' لیکراس کا لہجہ بھی کسی قدر سخت تھا۔

''اچھا اچھا......!'' ناصر سر ہلا کر بولا۔ ''دیکھا جائے گا۔''

''اگر تم نے اس کے خلاف کیا تو نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے۔''

ناصر نے اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے صدر دروازے کی طرف گھورتا رہا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک سفید فام غیر ملکی اندر داخل ہوا۔ لیکراس نے ہاتھ اٹھا کر اُسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

وہ انکے قریب پہنچ کر لیکراس سے بولا۔ ''جلدی چلو......میں یہاں بیٹھ نہیں سکوں گا۔''

لیکراس اٹھ گیا۔ ایک چھوٹا سوٹ کیس اُس کے پیروں کے قریب ہی رکھا ہوا تھا جسے اٹھا کر وہ نووارد کے ساتھ باہر چلا گیا۔

نووارد ناصر کے لئے قطعی اجنبی تھا۔ اس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ جہاں نیلم سرائے کا مالک ملازموں پر برس رہا تھا۔

بات بات پر آپے سے باہر ہو جانے والا یہ آدمی ویسے بھی خونخوار شکل والا تھا اور اسے

اس کی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ گاہکوں پر اُس کی بدمزاجی کا کیا اثر پڑے گا۔

ناصر کو اس سے شدید نفرت تھی اور آئے دن اس سے سابقہ پڑتا ہی رہتا تھا لیکن دونوں کے درمیان ابھی تک اتنی بات نہیں بڑھی تھی کہ وہ آستینیں چڑھا کر ایک دوسرے کے مقابل آ جاتے۔ ویسے ناصر کی خواہش تھی کہ کبھی بات اس حد تک بڑھ جائے۔

اسٹور میں نقب زنی کے سلسلے میں اس کے تیور کڑوے ضرور ہوئے تھے لیکن ناصر کو لیکراس کی وجہ سے دب جانا پڑا تھا۔ خود ناصر بھی چھیڑ چھیڑ کر لڑنے والوں ہی میں سے تھا۔ لہٰذا اسے یقین تھا کہ کبھی نہ کبھی بات ضرور بڑھ جائے گی۔

دفعتاً صدر دروازہ پھر کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان میں ایک معمر تھا اور دوسرا جوان اور تنومند...... اُس کی آنکھوں میں عجیب سی وحشیانہ چمک تھی۔ وہ دونوں کاؤنٹر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

بوڑھے آدمی نے مالک سے کہا۔ ''خان مرغیوں کے کریٹ ٹرک سے اتروالو۔''

''اوہ...... آ گئے تم......!'' وہ دانت پیس کر بولا۔ ''لیکن تم کون ہو۔ وہ خبیث کہاں ہے جو پچھلی بار تین مردہ مرغیاں گلے لگا گیا تھا۔''

''خان...... وہ آج کل دوسرے روٹ پر چل رہا ہے۔''

''میں تو تم سے وصول کروں گا وہ مرغیاں۔''

''یہ کیسے ممکن ہے خان! ویسے میں تمہاری شکائت ٹھیکیدار تک پہنچا دوں گا۔''

''شکائت کے بچے! تم تین مرغیاں دیئے بغیر یہاں سے نہیں جا سکو گے۔''

''زبان سنبھال کے بات کرو۔'' بوڑھے کے ساتھی نے مالک کو گھورتے ہوئے کہا۔

''تم کون ہو......!'' مالک کاؤنٹر پر گھونسہ مار کر دہاڑا۔

''میں کوئی بھی ہوں۔'' تنومند جوان سرد لہجے میں بولا۔ ''تمہیں نامناسب بات نہ کہنی چاہئے۔''

''خاموش رہو۔'' وہ پھر کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔ ''ورنہ اٹھوا کر باہر پھنکوا دوں گا۔''

''اوہ......!'' تنومند جوان چاروں طرف دیکھتا ہوا حقارت سے مسکرایا پھر بولا۔ ''یہاں تو کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جو مجھے اٹھا کر باہر پھینک سکے۔''

ناصر نے اُس کا یہ جملہ سنا اور خواہ مخواہ کھول اٹھا۔ اُسے نیلم اور سرائے کے مالک سے

نفرت تھی لیکن پتہ نہیں کیوں اسے اس آدمی پر غصہ آ گیا جو مالک کو چٹکیوں میں اڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کاؤنٹر کے قریب آیا اور غرا کر بولا۔ ''تم لوگ آخر بات کیوں بڑھا رہے ہو، چپ چاپ تین مرغیاں سردار زمن کے حوالے کر دو۔''

''حرام کی آتی ہیں مرغیاں۔'' تنومند جوان اُسے نیچے سے اوپر تک دیکھتا ہوا بولا۔

بوڑھا خاموش کھڑا تھا۔ جوان کے اس جواب پر ناصر کو طیش آ گیا۔ وہ غراتا ہوا اس کی طرف جھپٹا۔

''پیچھے ہٹو......!'' جوان نے ہاتھ بڑھا کر اُسے دھکا دیا اور وہ کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

اور پھر تو وہ غصے سے پاگل ہو گیا تھا۔ دوسری بار اُس نے اُس پر وحشیانہ انداز میں چھلانگ لگائی لیکن جوان بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور ناصر اپنے ہی زور پر کاؤنٹر سے جا ٹکرایا۔

پھر انتہائی غصے کے عالم میں بھی اُسے شدید خطرے کا احساس ہوا تھا اور سوچنے لگا تھا کہ اب کوئی بیچ بچاؤ ہی کرا دیتا تو بہتر ہوتا کیونکہ یہ اجنبی نہ صرف طاقتور بلکہ بے حد پھرتیلا بھی ثابت ہوا تھا۔

ادھر دفعتاً سردار زمن کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوئی اور وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''بس بس یہاں نہیں۔ یہ بھٹیار خانہ نہیں ہے۔ اگر تمہیں زور آزمائی ہی کرنی ہے تو باہر کھلے میں چلو۔''

ناصر کی زبان سے اس کے لئے گالی نکلتے نکلتے رہ گئی۔ جس شخص کی حمایت میں خواہ مخواہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اس کا یہ رویہ......لعنت ہے۔

''میں تیار ہوں۔'' جوان مسکرا کر بولا۔ ''لیکن ایک شرط کے ساتھ۔''

''چلو شرط بھی بتاؤ......میں نے بہت دنوں سے مرغوں کی لڑائی نہیں دیکھی۔''

''اگر یہ میرے ہاتھوں پٹ گیا تو میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا مجھے ایک باربردار کی ضرورت ہے۔''

ناصر کو اس وقت اپنی رگوں میں خون کی بجائے چنگاریاں سی دوڑتی محسوس ہو رہی تھیں

لیکن وہ ایک پیشہ ور شکاری بھی تھا۔ اس سلسلے میں اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو یہاں سے بھاگ نکلو۔

دفعتاً اُس نے ریوالور نکالا اور اچھل کر پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ ''خبردار کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔''

جو یہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ ناصر الٹا چلتا ہوا صدر دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

اس نے اجنبی جوان کی آنکھوں میں تمسخر محسوس کیا۔ اُس کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ بھی تھی۔ البتہ سردار زمن سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھا تھا۔

ناصر نے بایاں ہاتھ پیچھے لے جا کر دروازہ کھولا اور الٹے پاؤں ہی باہر نکلا۔

پھر بڑی تیزی سے اس ٹرک کی طرف دوڑا، جو سامنے کھڑا تھا۔ خیال یہ تھا کہ ٹرک کی اوٹ سے مقابلہ کر سکے گا اگر کسی نے اُسے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن پھر اگنیشن سوئچ میں کنجی لگی دیکھ کر فوری طور پر ٹرک ہی لے بھاگنے کا فیصلہ کر لیا۔

ٹرک کے پچھلے حصے میں مرغیاں کڑکڑا رہی تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے انجن اسٹارٹ کر کے گیئر بدلا اور ٹرک شور مچاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اب وہ اندھا دھند ایکسیلریٹر پر دباؤ بڑھائے جا رہا تھا۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس وقت نیلم سرائے میں کوئی ایسی گاڑی موجود نہیں جسے وہ لوگ اس کے تعاقب کے لئے استعمال کر سکیں۔

وہ جلد سے جلد ریگم بالا والی سڑک پر پہنچ جانا چاہتا تھا۔

دفعتاً اس نے کسی کو کہتے سنا۔ ''مجھے ایک ایسے ہی مشاق آدمی کی ضرورت تھی...... اررر...... مڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں ورنہ کسی کھڈ میں جا پڑو گے۔''

آواز اسی اجنبی جوان کی تھی جس سے جھگڑے کی بناء پر اس اقدام کی نوبت آئی تھی۔

ٹھنڈی سی لہر ناصر کے سارے جسم میں دوڑ گئی۔ وہ کچھ نہ بولا۔

ٹرک کے پچھلے حصے سے پھر آواز آئی۔ ''اب دیکھنا ہے کہ تم مجھے کہاں لے جاتے ہو۔''

ناصر نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''بات اس حد تک خواہ مخواہ بڑھی۔ لیکن تم نے دیکھا سردار زمن کتنا کمینہ آدمی ہے۔ میں نے اس کی حمایت میں تم سے جھگڑا

مول لیا تھا اور وہ کتا مرغوں کی لڑائی دیکھنا چاہتا تھا۔ اب یہی دیکھو تین مرغیاں۔''

''مرغیوں کی بات رہنے دو۔'' آواز آئی۔ ''تین کی بجائے اسے تیس مرغیاں بھی دی جاسکتی تھیں۔ بشرطیکہ تم اتنی آسانی سے ہاتھ آجاتے۔''

''میں تم سے خائف نہیں ہوں سمجھے۔'' ناصر جھنجھلا کر بولا۔ ''بس اس مردود کو خوش ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔''

''فریدی کے پنجے سے نکل جانا اتنا آسان نہیں ہے ناصر۔'' اس بار آواز بدلی ہوئی تھی۔ اور ناصر نے فریدی کی آواز صاف پہچان لی۔ اب اسٹیرنگ پر اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور دل اچھل اچھل کر حلق میں آتا محسوس ہو رہا تھا۔

جیپ سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی اور حمید عقب نما آئینے میں وہ گاڑی بھی دیکھ رہا تھا جس پر پچھلی رات سفر کرتا رہا تھا۔ جیپ سے اُس کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں تھا۔

''کیا تم مجھے پائپ پینے کی اجازت دو گے۔'' حمید نے برابر بیٹھے ہوئے رینجر سے پوچھا۔

''ضرور......!'' جواب ملا اور پھر قدرے توقف کے ساتھ رینجر نے پوچھا۔

''کیا یہ لڑکی اردو سمجھ سکتی ہے۔''

''میں اسے ضرور اردو پڑھاؤں گا......اس کی شکل مجھے کچھ مغلانیوں کی سی لگتی ہے۔'' حمید نے جواب دیا۔

''میرے سوال کا جواب دو......کیا یہ اردو سمجھ سکتی ہے۔''

''قطعی نہیں۔''

''اچھا تو بتاؤ اس سے تمہارا کیا تعلق ہے۔''

''یار تم نرے گھامڑ لگتے ہو۔''

''زبان سنبھال کر بات کرو۔''

''بیوقوفی کی باتیں کرو گے تو ضرور کہوں گا۔''

''اس میں بیوقوفی کی کیا بات ہے۔'' رینجر ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

''یہ نہ میری ماں ہوسکتی ہے اور نہ بہن۔''

''بیوقوفی کی بات تم کر رہے ہو۔ کیا یہ تمہاری بیوی نہیں ہوسکتی۔''

''بیوہ ہوسکتی ہے۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''کیونکہ میں نکاح پڑھتے ہی مر جاؤں گا۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔''

''اچھا تو نہیں مروں گا...... کرو میری شادی کا انتظام۔''

''چوکی پہنچ کر بارات سجائیں گے تمہاری۔''

''شکریہ۔'' حمید نے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

''یہ کیوں گرم ہو رہا ہے۔'' ریما نے اس سے پوچھا۔

''میں زحمت میں پڑ گیا ہوں۔ نہ تم اس کی زبان سمجھ سکتی اور نہ یہ تمہاری زبان سمجھ سکتا ہے۔ میں خواہ مخواہ مترجم بن کر رہ جاؤں گا۔''

''میرا خیال ہے کہ تم ان لوگوں سے نرمی سے پیش آؤ۔''

''ہرگز نہیں آ سکتا کیونکہ اس نے بات ہی ایسی کہی ہے۔''

''کیا بات ہے۔''

''کہہ رہا تھا کہ چوکی پہنچ کر تم دونوں کی شادی کر دیں گے۔''

''بکواس نہ کرو۔''

''ہمارے یہاں شادی کو بکواس نہیں کہتے بلکہ بکواس تو شادی کے بعد شروع ہوتی ہے۔''

''تم ایسی فضول باتیں کرو گے تو میں بالکل خاموش ہو جاؤں گی۔''

''بالکل خاموش ہوگئیں تو یہ لوگ مجھے بھی تمہاری ہی قبر میں دفن کر دیں گے۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''ہمارے یہاں ایک غیر شادی شدہ جوڑا سفر نہیں کر سکتا۔''

''یہ تو زبردستی ہے۔''

''ان کا خیال ہے کہ ایسی صورت میں شیطان کا ولیمہ ہو جاتا ہے۔''

''ولیمہ کیا......؟''

''ویڈنگ فیسٹ......!''

''یا تو تمہارا دماغ چل گیا ہے یا ابھی تمہاری نیند پوری نہیں ہوئی۔''

''دونوں باتیں درست ہیں۔''

تھوڑی دیر بعد رینجر نے حمید سے پوچھا۔''اسے کہاں سے بھگا کر لائے ہو۔''

''رحم مادر سے......!''

''رحم مادر کون سا شہر ہے۔ میں نے تو پہلے نام نہیں سنا۔''

''یار اب خاموش رہو۔ ورنہ میں ہنستے ہنستے بیہوش ہو جاؤں گا۔''

''چوکی پہنچ کر شائد تمہیں بیہوش ہی ہونا پڑے......گالیاں دے رہے ہو مجھے مادر......وادر......خیر......خیر......دیکھیں گے۔''

''اے نیک بخت یہ گالی نہیں بلکہ ہم سب کا وطن مالوف ہے۔!''

''بس چپ رہو......ورنہ ٹھیک کر دوں گا۔''

''تمہاری مرضی......میں تو تمہاری معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا تھا۔''

ریما بول پڑی۔''کیا تم کسی بات پر اُسے غصہ دلانے کی کوشش کر رہے ہو۔''

''بالکل نہیں......میں تو اس سے کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے ابھی تک ناشتہ نہ کیا ہو تو اب کر لو۔''

''تم پتہ نہیں کس قسم کے آدمی ہو۔''

''میں بھی سکون کی تلاش میں نکلا ہوں۔ لہٰذا ٹھیک ہے۔''

''اگر تمہاری ان حرکتوں کی بناء پر کسی دشواری میں پڑ گئی تو......اوہ میرے خدا۔''

دفعتاً وہ اچھل پڑی۔

''کیوں کیا بات ہے۔''

''میرے کاغذات......خدایا اب کیا ہوگا۔''

''کیسے کاغذات......!''

''میرا پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات! وہ اسی سوٹ کیس میں تھے جو مرسیڈیز میں رہ گیا تھا۔ خدا غارت کرے اُس موٹے آدمی کو۔''

''خدا نے پہلے اُس کی بیوی کو غارت کر دیا تھا لہٰذا اب خود اُس کے غارت ہونے کا ایک فیصد بھی امکان نہیں۔''

''نہیں! بتاؤ میں کیا کروں۔''

''جب بھی ایک کپ کافی میسر آ گئی تمہیں بتادوں گا کہ اب تمہیں کیا کرنا چاہئے۔''

اچانک جیپ کے ڈرائیور نے پورے بریک لگائے اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے ساری کائنات تلے اوپر ہوگئی ہو کیونکہ اس کا سر اگلی سیٹ سے ٹکرایا تھا۔

اور اگر وہ پورے بریک نہ لگاتا تو جیپ اس ٹرک سے جا ٹکرائی ہوتی جو سڑک پر آڑا کھڑا تھا۔ کسی طرف سے بھی بچا کر نکال لے جانے کی گنجائش نہیں تھی۔ پچھلی گاڑی کے بریک بھی چڑچڑائے تھے۔

وہ سب اُتر پڑے......ٹرک میں کوئی بھی نظر نہ آیا......اس کا ایک اگلا ٹائر فلیٹ تھا۔

رینجرز کے آفیسر نے ٹرک والوں کو آوازیں دینی شروع کر دیں۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

پھر وہ اسی تگ ودو میں لگ گئے تھے کہ کسی طرح ٹرک کو ہٹایا جائے۔ دفعتاً ایک گرجدار آواز سنائی دی''تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔''

حمید نے مڑ کر دیکھا۔ چار آدمی چٹانوں کی اوٹ سے نکلے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں ٹامی گنیں تھیں اور چہرے نقابوں میں چھپے ہوئے تھے۔

رینجرز نے متحیرانہ انداز میں اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

چاروں نقاب پوشوں میں سے ایک آگے بڑھ کر حمید سے بولا۔''تم دونوں کو ہمارے ساتھ چلنا ہے...... ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔''

''آپ کون ہیں جناب عالی۔'' حمید نے بڑے ادب سے پوچھا۔

''تمہیں اس سے بحث نہ ہونی چاہئے۔ اگر مزاحمت کی تو سینہ چھلنی ہو جائے گا۔''

''جیسی مرضی جناب عالی......اب تو ستارے گردش میں آ ہی چکے ہیں۔'' حمید نے کہا

اور ریما سے بولا۔ ''اب یہ لوگ ہم دونوں کو کہیں لے جانا چاہتے ہیں۔''

دفعتاً رینجرز کا آفیسر کڑک کر بولا۔ ''تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔''

''یہ ہمارے قیدی ہیں اور ہم خود انہیں سزا دیں گے۔'' اسی نقاب پوش نے جواب دیا جو حمید سے گفتگو کرتا رہا تھا۔

''تم لوگ ہو کون۔''

''احمقانہ سوال! اگر یہی ظاہر کرنا ہوتا تو نقابیں کیوں استعمال کی جاتیں۔''

''فلسفی معلوم ہوتے ہو۔'' حمید بولا۔

''یہ اسٹیٹ کا مجرم ہے۔'' رینجرز کے آفیسر نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ہم لوگ بھی شریف آدمی نہیں ہیں۔ اچھا بحث بند۔ تم دونوں ٹرک کے پیچھے چلو۔''

حمید اور ریما چل پڑے۔ ٹرک کی دوسری طرف ڈھلان میں ایک چھوٹا سا موڑ تھا۔

''چلو...... چلتے رہو۔'' پشت سے حکم ملا۔

''ہمارا بیٹھ رہنے کا ارادہ نہیں لہٰذا خواہ مخواہ الفاظ نہ ضائع کرو۔'' حمید بدستور چلتا ہوا مڑے بغیر بولا۔

پھر وہ اُس موڑ سے گزر رہے ہی تھے کہ سامنے انہیں ایک کار کھڑی نظر آئی۔ کار میں کوئی بھی نہیں تھا۔

اتنے میں نقاب پوش حمید کے بالکل قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ''کنجی اگنیشن سوئچ میں موجود ہے جناب کپتان صاحب اور ایک سوٹ کیس میں جو پچھلی سیٹ پر رکھا ہوا ہے ایک برقعہ اور میک اپ کا سامان بھی موجود ہے۔ خاتون کو برقعہ اوڑھایئے اور اپنی شکل میں معمولی سی تبدیلی کیجئے۔''

''اُوہم......!'' حمید نے طویل سانس لی۔

''ہم اُن رینجرز کو آدھے گھنٹے سے زیادہ نہ روک سکیں گے۔ اسے بھی ذہن میں رکھئے گا۔''

''فکر نہ کرو..... ٹھیک ہے۔'' حمید نے کہا اور ریما کا بازو پکڑ کر گاڑی کی طرف لے آیا۔

''چلو بیٹھ جاؤ۔''

''آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔''

''باتوں کا وقت نہیں۔ چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔''

دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور حمید نے انجن اسٹارٹ کیا۔ گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

اُس جگہ سے کئی میل آگے نکل آنے کے بعد حمید نے گاڑی ایک جگہ روکی اور پچھلی سیٹ سے سوٹ کیس اٹھا لیا۔

''لو اب تم اسے پہن لو۔'' حمید نے اس میں سے برقعہ نکال کر ریما کی گود میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا ہے؟''

''اُسے برقعہ کہتے ہیں۔ تم نے سنا ہوگا کہ ہمارے یہاں کی زیادہ تر خواتین پردہ کرتی ہیں۔''

''ہاں میں نے سنا ہے...... اُوہ تو یہ وہ ہے۔''

''ہاں وہی ہے۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''اب باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ ورنہ ہم پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔''

''مجھے اس کا استعمال نہیں معلوم۔''

''میں بتاؤں گا۔''

پھر بڑی تیزی سے اُس نے اُسے برقعہ پہننے میں مدد دی تھی۔

''دیکھو! میں اس طرح چہرہ ڈھانک کر نہیں بیٹھ سکتی...... اور چہرہ ڈھانکنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے تو یہاں کسی کو بھی چہرہ ڈھانکے ہوئے نہیں دیکھا۔''

''ارے ابھی تم چار مردوں کو چہرہ ڈھانکے ہوئے دیکھ چکی ہو اتنی جلدی بھول گئیں۔''

''میں چہرہ نہیں ڈھانکوں گی۔''

''تو پھر پہچان لی جاؤ گی اور ہم پکڑے جائیں گے۔ ہم لوگ سرحدی پولیس کی حراست سے بھاگ نکلے ہیں...... اسے نہ بھولو۔''

''تو کیا وہ نقاب پوش تمہارے ہی آدمی تھے۔''

''نہیں...... لیکن وہ ہمیں اپنے ہی آدمی سمجھے ہیں۔'' حمید نے کہا اور دوبارہ انجن اسٹارٹ کر دیا۔

''تو پھر تم بھی انہیں لوگوں میں سے ہو جو پولیس سے منہ چھپائے پھرتے ہیں۔''

''قطعی نہیں......ہم صرف شکاری ہیں۔''

اس دوران میں حمید نے اپنی ناک کے نتھنوں میں وہ اسپرنگ فٹ کر لئے تھے جنہیں ریڈی میڈ میک اپ ٹول کہتا تھا۔

دفعتاً ریما کی نظر اُس کے چہرے پر پڑی اور وہ چونک کر بولی۔ ''یہ کیا؟''

''کیا بات ہے!''

''تمہاری ناک......!''

''کیا غائب ہوگئی۔''

''نہیں اوپر اٹھ گئی ہے۔''

''اب تھوڑی دیر بعد غائب ہو جائے گی۔''

''کیا مطلب......؟''

''میں ایک بدروح ہوں...... ہر سال یہی ایک ڈرامہ بار بار انہیں اطراف میں دہرایا جاتا ہے۔ ایک عورت چیختی ہوئی مرجاتی ہے۔ موٹیل جل کر خاک ہو جاتا ہے۔ پانچ لاشیں گرتی ہیں اور دوسرے دن پھر کچھ نہیں۔ اس بار یہ ڈرامہ تم نے دیکھا ہے۔ پچھلے سال ایک لیڈی ڈاکٹر نے دیکھا تھا۔ ٹھیک تین ماہ بعد اس کے جڑواں بچے پیدا ہوئے......آئندہ سال یہی ڈرامہ فیملی پلاننگ بورڈ کے چیئرمین کو دکھایا جائے گا......!''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

''اچھا تو پھر تم بھی میری ہی طرح اپنی ناک اوپر اٹھا کر دکھاؤ۔''

''دد...... دیکھو...... مجھے ڈراؤ نہیں......!'' وہ خوفزدہ آواز میں بولی اور نقاب الٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

''ٹھیک ہے...... نقاب الٹ دو...... لیکن جیسے ہی کوئی گاڑی دکھائی دے پھر ڈال لینا......ڈرو نہیں...... میں مذاق کر رہا تھا۔''

''مذاق ہی سہی......لیکن تم کسی بدروح سے کم بھی نہیں ہو۔''

''عزت افزائی کا شکریہ۔ لیکن یہ ریگم بالا کسی طرح آ ہی نہیں چکتا۔''

''میں اب بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سکون نصیب ہوتے ہی ایک بار پھر وہ گہری نیند سو جائے گا۔

اچانک سامنے بیچ سڑک پر دو آدمی کھڑے نظر آئے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا رکھے تھے۔ غالباً گاڑی رکوانا چاہتے تھے۔

''اب یہ کیا ہونے والا ہے۔'' ریما چہرے پر نقاب ڈالتی ہوئی بولی۔

حمید نے فوری طور پر پورے بریک لگائے اور گاڑی اُن دونوں سے کافی فاصلے پر رک گئی۔ ساتھ ہی اس نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور بھی نکال لیا۔

دفعتاً ان میں سے ایک ہاتھ ہلاتا ہوا بولا چیخا۔ ''اٹ از بلیک سر۔''

حمید نے طویل سانس لی اور ریوالور گود میں ڈال کر پھر اسٹیئرنگ سنبھالا۔ انجن اس نے بند نہیں کیا تھا۔ گاڑی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان دونوں کے قریب جا رکی۔

وہ کھڑکی کے قریب آئے۔

''یہ گاڑی آپ کو یہیں چھوڑ دینی ہے۔'' اُن میں سے ایک بولا۔

حمید نے ریما کو اترنے کا اشارہ کیا۔

''اب کیا بات ہے۔'' وہ بھنا کر بولی۔

''ہمیں یہاں اترنا ہے۔''

''یہاں اس ویرانے میں۔''

''فکر نہ کرو۔''

پھر وہ گاڑی سے اتر گئے اور ان دونوں میں سے ایک اُسی گاڑی میں بیٹھ کر اُسے تیزی سے آگے بڑھا لے گیا۔ دوسرا اُن کے پاس کھڑا رہ گیا تھا۔

''میرے ساتھ آیئے جناب۔'' دوسرا آدمی بائیں جانب مڑتا ہوا بولا۔ اُس کے ہاتھ میں وہ سوٹ کیس تھا جو گاڑی سے اُتارا گیا تھا۔

''مم...... میں اسے پہن کر ایک قدم بھی پیدل نہیں چل سکوں گی۔'' ریما منمنائی۔

''اتار دو۔'' حمید نے کہا۔

اب وہ بائیں جانب والی ڈھلان میں اُتر رہے تھے۔

ناصر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ بس وہ ٹرک کو ٹیکم گڈھ کی طرف بھگائے لئے جا رہا تھا۔

دفعتاً اس نے اونچی آواز میں پوچھا۔ ''آخر تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔'' ٹرک کے پچھلے حصے سے فریدی کی آواز آئی۔ ''یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو...... ابھی تک تو میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ تم خود مجھے کہیں لے جا رہے ہو۔''

''میری کوئی منزل نہیں ہے۔'' ناصر بولا۔

''اس نظریہ کے تحت بھی تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔''

''کیا میں ٹرک روک دوں۔''

''تمہاری مرضی......!''

ناصر نے ٹرک روک دیا اور پھر اُسے کھڑکی کے قریب وہی قبائلی نظر آیا جس سے نیلم سرائے میں جھگڑا ہوا تھا۔

''نیچے اُتر آؤ۔'' اس نے ناصر سے کہا۔

ناصر انجن بند کر کے سیٹ سے اُتر آیا۔

کریٹوں میں مرغیاں شور مچا رہی تھیں۔ دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو گھورتے رہے پھر ناصر بولا۔ ''اگر تم کرنل فریدی ہو تو سن لو کہ میں ان معاملات کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔''

''کن معاملات کے بارے میں؟''

''یہی کہ تمہارے بیہوش ساتھی کو اکرام کے موٹیل سے کیوں اٹھوایا گیا یا اب وہ کہاں ہے۔''

''مجھے صرف اسی سے دلچسپی ہو سکتی ہے کہ اب وہ کہاں ہے۔'' خشک لہجے میں کہا گیا۔

''میں نہیں جانتا۔''

''پہلے تم اسے کہاں لے گئے تھے۔''

''موٹیل سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک غار میں۔''

''میری جیپ کہاں ہے۔''

''اُس کا بھی علم مجھے نہیں۔''

''تم کس کے لئے کام کر رہے ہو۔''

''یہ میں نہیں بتا سکتا۔''

''حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں جو کچھ بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں ہر حال میں کر لیتا ہوں۔''

''جو تم سے بن پڑے کر لو۔''

دوسرے ہی لمحے قبائلی جوان کا گھونسہ ناصر کی ٹھوڑی پر پڑا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا ٹرک سے جاٹکرایا۔

اور پھر وہ ٹرک ہی سے لگا کھڑا ہانپتا رہ گیا تھا۔ اُس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔

اچانک اس نے کھٹکے سے کھلنے والا بڑا سا چاقو نکال لیا اور اُسے مٹھی میں جکڑے ہوئے بالکل کسی لڑاکا مرغ کے سے انداز میں حملے کا پہلو تلاش کرنے لگا۔

قبائلی جوان ہنس پڑا...... ہنستا رہا...... پھر بولا۔ ''مجھے افسوس کہ سردار زمن یہاں موجود نہیں۔ اس نے عرصہ سے مرغ نہیں لڑائے۔''

''خاموش رہو۔'' وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

''چاقو زمین پر ڈال دو۔'' جوان نے سرد لہجے میں کہا۔

''اب وہ بھی کسی سفاک درندے کی طرح اُسے گھورے جا رہا تھا۔

''چاقو زمین پر ڈال دو۔'' وہ پھر بولا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت ناصر نے اس پر چھلانگ لگائی۔

''سنبھل......!'' قبائلی جوان نعرہ لگا کر بائیں جانب ہٹا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ناصر کا داہنا ہاتھ اس کی گرفت میں نظر آیا۔

اُس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی کراہ نکلی تھی اور چاقو ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا تھا۔

اس کے بعد اس کی پشت پر دو ہتھڑ پڑا اور وہ منہ کے بل زمین پر گرا۔ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پیشانی پر ٹھوکر پڑی۔ اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے زمین تیزی سے گردش کرنے لگی ہو۔ آنکھیں بند کئے ٹرک پر اوندھا پڑا رہا۔ اُسے دوسری ٹھوکر یا مزید تشدد کا انتظار تھا۔ لیکن کئی منٹ تک اُسے کسی تازہ چوٹ کا احساس نہ ہو سکا۔

البتہ کچھ دیر بعد کسی گاڑی کا ہارن سنائی دیا...... اور پھر وہ قریب ہی آ کر رک گئی۔

''ذرا دیکھنا کیا قصہ ہے۔'' کسی کی آواز آئی اور پھر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی اس کے قریب آ کر رکا تھا۔

''بیہوش معلوم ہوتا ہے۔'' اس نے اپنے قریب ہی کسی کو کہتے سنا۔

''دیکھو ٹرک میں کون ہے۔'' دوسری آواز آئی۔

''ٹرک میں مرغیاں ہیں۔'' جواباً کہا گیا۔

ناصر پوری طرح ہوش میں تھا اور اس نے اندازہ لگالیا تھا کہ ٹرک کے آس پاس خود اس کے علاوہ اور کسی کا وجود نہیں پایا جاتا۔

اس نے نہ صرف آنکھیں کھول دیں بلکہ اٹھ بیٹھنے کی بھی کوشش کرنے لگا۔

دو آدمی اس کے قریب کھڑے تھے۔ انہوں نے اسے سہارا دیا۔

''کیا بات تھی۔'' ایک نے پوچھا۔

''وہ.... وہ.... کچھ نہیں! میں ٹرک روک کر کسی ضرورت سے نیچے اُترا تھا کہ چکر آ گیا۔''

''تمہاری پیشانی زخمی ہے۔''

''ہاں شائد۔'' ناصر نے لاپروائی سے کہا۔ ''اچھا میں ٹرک کنارے کرتا ہوں۔''

وہ ٹرک پر جا چڑھا اور انجن اسٹارٹ کر کے اسے ایسی پوزیشن میں لایا کہ وہ اپنی گاڑی آگے نکال سکیں۔ لیکن وہ خود بھی نہیں رکا تھا۔ ٹرک کو آندھی اور طوفان کی رفتار سے ٹیکم گڈھ کی طرف لئے جا رہا تھا۔

پیشانی کے زخم کی جلن بڑھتی رہی۔ تھوڑی ہی دیر بعد اُسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے شانوں پر سر کی بجائے الاؤ جل رہا ہو۔ اس نے بوکھلا کر ایک جگہ پھر ٹرک روک دیا اور سیٹ کی پشت گاہ سے ٹک کر آنکھیں بند کرلیں۔

ذہن کو قطعی آزاد چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا کیونکہ ہر الجھن ایک نئی قسم کی دھمک سر میں پیدا کرتی تھی۔ ایک نئی قسم کی اذیت میں مبتلا کرتی تھی۔

دفعتاً وہ اچھل پڑا۔ کسی نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''اُوہ......!'' اس کی زبان سے صرف اتنا ہی نکل سکا۔ کیونکہ اپنے برابر اس کو وہی بھوت بیٹھا نظر آیا تھا......وہی قبائلی جوان!

''ٹیکم گڈھ جانے کا خیال ترک کردو۔'' اُس نے نرم لہجے میں کہا۔''اس کے لئے تمہیں اکرام کے موٹیل کے قریب سے گزرنا پڑے گا۔ وہاں پولیس ہرکس و ناکس کو روک رہی ہے۔ شکاریوں پر خصوصیت سے توجہ دی جارہی ہے۔''

''پھر میں کہاں جاؤں'' ناصر بے بسی سے کراہا۔

''میرے ساتھ چلو۔''

''تم......!'' وہ دانت پیس کر بولا۔''تم کسی بھی لمحے فنا ہوسکتے ہو۔ وہ سب تمہاری گھات میں ہیں۔''

''آخر کیوں؟ مجھ سے کیا چاہتے ہیں!''

''یہ میں نہیں جانتا۔''

''ضد چھوڑ دو......ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے۔''

ناصر کچھ نہ بولا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور اس کی آنکھیں بند ہوتی جارہی تھیں۔

کچھ دیر بعد قبائلی جوان ٹرک کو مخالف سمت میں موڑ رہا تھا اور ناصر اس کے برابر بیٹھا اس طرح خلاء میں گھورے جارہا تھا جیسے کچھ بجھائی ہی نہ دیتا ہو۔

راستہ دشوار گزار تھا لیکن وہ گرتے پڑتے آگے بڑھے جارہے تھے۔

فریدی کی ہدایت ہی کے مطابق حمید نے اپنے ساتھی سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کی

تھی۔ اُس کا کہنا تھا جب بھی بلیک فورس کے کسی ممبر سے رابطہ قائم ہو اس کی ہدایات پر عمل کرو......اس سے کسی بحث میں الجھنے کی کوشش نہ کرو۔

ریما بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس نے حمید سے کہا۔ ''آخران مصیبتوں کا خاتمہ کب ہوگا''

''میرا خیال ہے کہ اصل مصیبتیں اب شروع ہوئی ہیں۔''

ریما خاموش ہوگئی تھی۔ لیکن اُس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

آدھے گھنٹے بعد اس سفر کا اختتام ایک غار کے دہانے پر ہوا۔

''آپ میری واپسی تک یہیں قیام کریں گے۔'' ساتھی بولا۔

''اندر یا باہر۔''

''اندر جناب...... باہر آپ کسی نہ کسی کی نظر میں آجائیں گے۔''

وہ غار میں داخل ہوئے۔ ساتھی نے ٹارچ روشن کرلی تھی۔ غار کافی کشادہ تھا۔ ایک طرف کچھ کھانے پینے کا سامان رکھا نظر آیا۔ ایک اسٹوو بھی تھا اور دو تین کمبل پڑے ہوئے تھے۔ ساتھی نے ایک بڑی لالٹین روشن کردی۔ یہاں سردی کا احساس بھی کسی حد تک کم ہوگیا تھا۔ حمید نے ریما کے لئے ایک کمبل بچھا دیا......ساتھی کے رخصت ہوتے ہی وہ لمبی لمبی لیٹ گئی تھی۔

''مجھ پر غشی سی طاری ہو رہی ہے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''اچھا تو پھر بیہوش ہو جاؤ...... میں اتنے میں کافی تیار کرلوں...... یہاں تو سب کچھ موجود ہے۔''

ریما کچھ نہ بولی۔ حمید نے آئیل اسٹوو روشن کردیا۔ اس کی آنچ بڑی خوشگوار لگ رہی تھی۔ کیتلی میں پانی بھی موجود تھا۔ آن کی آن میں کافی تیار ہوگئی۔

''کیا تم سوگئیں۔'' حمید نے ریما کو آواز دی۔

''نہیں جاگ رہی ہوں۔ بھوک کے مارے غشی بھی طاری نہ ہوسکی۔''

''خوش ہو جاؤ کہ یہاں بسکٹوں کے چند ڈبے بھی موجود ہیں۔''

''سچ مچ......!'' وہ بڑی پھرتی سے اٹھ بیٹھی۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ کافی پی رہے تھے۔ ریما مربھکوں کی طرح بسکٹوں پر ٹوٹی تھی۔

کافی پی کر وہ پھر کمبل پر لیٹ گئی۔ حمید ہی کی طرف کروٹ لے رکھی تھی اور اسے نیم وا آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھی۔

لیکن حمید کے لئے اس وقت اگر حور تھی تو تمباکو اور پری تھی تو تمباکو ...... پائپ کے ہلکے ہلکے کش ہزار ہا جہانوں کی سیر کرا رہے تھے۔

بار بار پائپ کو اس طرح سہلانے لگتا جیسے اُس لختِ جگر سے برسوں کے بعد ملاقات ہوئی ہو۔ اس نے کافی کا دوسرا کپ لبریز کیا اور گردوپیش سے بے خبر ہو گیا۔

''کیا بات ہے تم خلاف معمول بہت خاموش ہو۔'' ریما کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''مجھے سکون مل گیا ہے۔''

''میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ سب کچھ گیا جہنم میں...... مجھے بدھ ازم سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔''

''تو پھر تم نے بسکٹ کیوں کھائے...... یہاں تلا ہوا گوشت بھی موجود ہے۔''

''اب میں سب کچھ کھاؤں گی۔''

حمید نے کنکھیوں سے اُس کی طرف دیکھا...... اُس کی آنکھیں اب پہلے سے بھی زیادہ نشیلی نظر آ رہی تھیں۔

دفعتاً وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور بولی۔ ''کیا تم مجھ میں اپنے لئے کسی قسم کی بھی دلچسپی نہیں پاتے۔''

حمید نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور بولا۔ ''ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے کی بات ہے کہ میں کافی بنا رہا تھا اور تم ٹانگیں پھیلائے پڑی تھیں۔ تمہیں چاہئے تھا کہ مجھ سے کہتیں کہ نہیں تم آرام کرو۔ میں تمہارے لئے کافی تیار کرتی ہوں۔''

''یہ کیا بات ہوئی۔''

''بس اس سے زیادہ دلچسپی عورتوں میں نہیں رکھتا کہ وہ اچھے اچھے کھانے پکا کر کھلاتی رہیں۔''

''تم مجھے سنکی معلوم ہوتے ہو۔''

''جو دل چاہے سمجھ لو...... اگر بہت خوبصورت ہو تو اپنے لئے...... مجھے تمہاری خوبصورتی سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔''

''وحشی بھی ہو۔''

''اس وقت تو سبھی کچھ ہو سکتا ہوں۔ تمبا کو مجھے بڑا سکون بخش رہی ہے۔''

وہ پھر لیٹ گئی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہی۔ پھر چہرے پر شدید ترین بے چینی کے آثار لئے ہوئے دوبارہ اٹھ بیٹھی۔

''سنو! مجھے مردوں سے نفرت تھی۔ کسی مرد کو کبھی نہیں چاہ سکی۔'' اُس نے کہا۔

''تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔''

''کیا تم میری بات سنجیدگی سے نہیں سن سکتے۔''

''سن تو رہا ہوں۔''

''تم پہلے مرد ہو جس نے مجھے عورت پن کا احساس دلایا ہے۔''

''لہٰذا اب مجھ پہلے مرد کو کیا کرنا چاہئے۔''

''جہنم میں جاؤ۔'' وہ بھنا کر بولی اور پھر لیٹ رہی۔

حمید ایک پتھر سے ٹکا بیٹھا پائپ کے کش لیتا رہا۔

کئی منٹ گزر گئے اور ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔ پھر دفعتاً ریما ہاتھ اٹھا کر غصیلے لہجے میں بولی۔ ''تم نہیں جانتے کہ تم کن خطرات سے دوچار ہو۔''

''ہونہہ...... اس حال کو پہنچ جانے کے بعد بھی نہ جانوں گا۔''

''نہیں...... تم اندازہ نہیں کر سکتے۔''

''اندیشے میرے لئے مضحکہ خیز ہوتے ہیں۔''

''میرے بارے میں کیا جانتے ہو۔''

''تم ہالینڈ کی شہزادی ہو...... فقیری کے لباس میں دنیا دیکھنے نکلی ہو! لیکن تمہاری ممی اور ڈیڈی اسے پسند نہیں کرتے۔''

ریما نے اپنے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور ایک لفافہ نکال کر حمید کے سامنے ڈال دیا۔ حمید نے خاموشی سے اُسے اٹھا لیا۔ اُس میں سے دو تصویریں برآمد ہوئیں ایک خود اس کی تصویر تھی اور دوسری کرنل فریدی کی۔

اس نے اپنے چہرے پر تحیر کے آثار پیدا کر کے ریما کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

''کیا اب تم یہ معلوم کرنا پسند کرو گے کہ میں حقیقتاً کون ہوں؟'' اس نے حمید کی

آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بتا بھی چکو کسی صورت سے۔''

''میں حقیقتاً انہیں لوگوں میں سے ہوں جو تم دونوں کیلئے مصائب کا باعث بنے ہیں۔''

''کیا مطلب......!'' حمید اچھل پڑا۔ اس انکشاف پر حیرت ظاہر کرنا ضروری تھا۔

''میرے ساتھیوں کو یقین ہے کہ تم دونوں آسانی سے ہاتھ نہ آسکو گے۔ لہٰذا وہ تمہارے گرد بیک وقت کئی جال بن بیٹھے ہیں۔ اس موٹیل میں میری آمد کا مقصد صرف یہی تھا کہ میں تم دونوں کی ہمدردیاں حاصل کرسکوں۔''

''میرے خدا......!''

''میرے ساتھی بھکشو نے تم پر اسی لئے حملہ کیا تھا اور اب تم خود ہی ان حالات کا تجزیہ کر کے نتیجہ اخذ کر سکتے ہو۔''

حمید متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔

کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ ''تو وہ لسلی...... آخر اُس پر وہ خوفناک جونکیں کس نے پھینکی تھیں۔ اُس بیچاری کا کیا قصور تھا۔''

''اس کے متعلق میں کچھ نہیں جانتی۔''

''اچھا چلو...... تم نے ہماری ہمدردیاں حاصل کرلیں...... پھر......؟''

''پھر کیا...... تمہارے ساتھ ہوں.... جب چاہوں گی تم پر قابو پانے کی تدبیر کرلوں گی۔''

''خوفناک......!''

وہ ہنس پڑی۔ پھر حمید نے پوچھا۔ ''آخر یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہو۔''

''اُن لوگوں سے چھٹکارا چاہتی ہوں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔ تم درندے ضرور ہو لیکن عام حالات میں آدمیت کی حدود سے نہیں گزرتے۔''

''یہ لوگ ہم دونوں سے کیوں پرخاش رکھتے ہیں۔''

''اُن کا کوئی بہت اہم آدمی تمہاری قید میں ہے۔''

''اُوہو......!'' حمید متفکرانہ لہجے میں بولا۔ ''لیکن ہماری قید میں تو سینکڑوں ہیں۔''

''جہاں تک میرا خیال ہے وہ کوئی عورت ہے۔''

''تمہارا تعلق زیرولینڈ کی تنظیم سے تو نہیں۔''

''تم ٹھیک سمجھے......اب بتاؤ کون ہے تمہاری قید میں۔''

''یقیناً وہ ایک اہم شخصیت ہے۔''

''میں نام پوچھ رہی ہوں۔''

''مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے چیف کی اجازت کے بغیر اُس کا نام بھی نہیں لے سکتا۔''

''انہوں نے بہت کوشش کی لیکن انہیں یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ کہاں رکھی گئی ہے اگر انہیں جگہ کا علم ہو جاتا تو وہ کسی نہ کسی طرح اُسے وہاں سے نکال لاتے۔''

''جگہ کا علم تو مجھے بھی نہیں ہے۔''

''وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جگہ کا علم تمہارے چیف کے علاوہ اور کسی کو بھی نہیں۔حتیٰ کہ تم بھی نہیں جانتے۔''

''اتنے باخبر ہیں وہ لوگ۔''

''یقیناً......تبھی تو ایک عالمی حکومت کے قیام کے خواب دیکھ رہے ہیں۔''

''اب میں سمجھا۔'' حمید سر ہلا کر بولا اور اُسکے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔

''کیا سمجھے۔''

''یہی کہ انہوں نے ہمیں مار ڈالنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔''

''تم دونوں اسی وقت تک زندہ ہو جب تک کہ وہ اُس اہم شخصیت کا سراغ نہیں پالیتے۔''

''تمہاری پارٹی کا سربراہ کون ہے!''

''ایک عورت جو عموماً مردانہ بھیس میں رہتی ہے۔''

''کیا نام ہے۔''

''درجنوں نام ہیں۔میں اُسے لیکراس کے نام سے جانتی ہوں۔صرف میں ہی یہ جانتی ہوں کہ وہ عورت ہے مرد نہیں۔''

''خوب! تمہیں آخر اس راز سے کیونکر آگاہی ہوئی۔''

''زیرولینڈ کے لئے کام کرنے والی عورتیں ہی زیادہ تر رازوں سے واقف ہیں۔مرد تو محض آلہ کار ہیں۔''

''مرد تو روز ازل ہی سے محض آلہ کار رہا ہے۔'' حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔

''کچھ بھی ہو اس انکشاف کے بعد میں تم پر اعتماد نہیں کرسکتا۔''

''کیا مطلب......؟''

''ہم لوگ احمق تو نہیں ہیں۔ قبل اسکے کہ ہمیں تمہارے بارے میں غور کرنے کا موقع ملتا تم نے خود ہی اپنی پوزیشن واضح کردی۔ کیا یہ اعتماد بحال رکھنے کی ایک عمدہ تدبیر نہیں ہے۔''

''یعنی میں نے اب خود ہی اپنی گردن پھنسائی ہے۔''

''یقیناً! تم نے خواہ مخواہ سچ بول کر اچھا نہیں کیا۔''

''ہوں....تو واقعی مجھ سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔'' اس نے کہا اور سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

چند لمحے خاموشی سے گزرے پھر حمید بولا۔ ''خزانے کا کیا چکر تھا۔''

''کچھ بھی نہیں ...... پارٹی کے لیڈر نے خزانے کی بات کر کے مقامی آدمیوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے اور وہ بخوشی اُس کے لئے کام کررہے ہیں۔ ریگم بالا کے مندروں کے متعلق یہاں صدیوں سے ایسی کہانیاں مشہور چلی آرہی ہیں۔''

''لیکراس......!'' حمید نے آہستہ سے دہرایا۔ وہ اس نام کو اپنی یادداشت میں محفوظ کرلینا چاہتا تھا۔

ریما تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔ ''میں تمہارے اُس ساتھی کے لئے بہت مغموم ہوں جسے بیہوشی کی حالت میں لسلی کے موٹیل سے اٹھایا گیا تھا۔''

''اسے کہاں لے جایا گیا ہے۔'' حمید چونک کر بولا۔

''اس وقت سے میں تمہارے ساتھ رہی ہوں۔ لہٰذا مجھے علم نہیں کہ اب وہ کہاں ہوگا۔ اچھا میں تھوڑی دیر سونا چاہتی ہوں۔ مجھے اس کی قطعی پرواہ نہیں کہ اب میرا کیا حشر ہوگا۔''

اس نے کمبل پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔

قاتل کا انجام

ناصر پر غنودگی سی طاری تھی اور بس اسی قدر احساس تھا کہ وہ کسی تیز رفتار گاڑی میں سفر کر رہا ہے۔

پتہ نہیں کتنی دیر بعد اُسے جھنجھوڑ کر ہوشیار کیا گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

''ہم پھر نیلم سرائے واپس جا رہے ہیں۔'' فریدی کی آواز سن کر وہ اس طرح اس کی طرف دیکھنے لگا تھا جیسے پہلے اس کی موجودگی کا احساس تک نہ رہا ہو۔

''نن......نیلم سرائے۔'' وہ ہکلایا۔

''ہاں کوئی حرج نہیں......میں سردار زمن کو تین زائد مرغیاں دے دوں گا۔''

''نہیں ہرگز نہیں......میں اب وہاں نہیں جا سکتا۔''

''تم فکر نہ کرو....میں سب ٹھیک کرلوں گا....کسی کو نہیں بتاؤں گا میں نے تمہیں زخمی کیا ہے۔''

''میں وہاں نہیں جاؤں گا۔''

''کوئی اور وجہ......!''

''کرنل فریدی! میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ اگر تم مجھ سے زیادہ طاقتور ہو تو مجھے مار ڈالو۔''

''میں صرف انہیں مار ڈالتا ہوں جو مجھے ختم کر دینے کے درپے ہوں۔ شکست تسلیم کر لینے والوں پر میرا ہاتھ نہیں اٹھتا۔''

''میں نیلم سرائے نہیں جا سکتا۔''

''اچھا تو پھر اب تم ہی مجھے کہیں لے چلو۔''

''تم آخر چاہتے کیا ہو۔''

''کچھ وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔''

''اگر تم مجھے قتل نہیں کرسکتے تو پھر قانون کے حوالے کردو۔''

''کس بناء پر......؟''

''کیا میرا مذاق اڑانا چاہتے ہو۔''

''یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو۔''

''میں بعض لوگوں کے جرائم میں شریک رہا ہوں۔''

''مجھے تو علم نہیں۔''

''کچھ دیر پہلے تم نے مجھ پر الزامات لگائے تھے۔''

''مجھے یاد نہیں۔''

''پھر تم نے مجھے اس حال کو کیوں پہنچایا۔'' ناصر حلق پھاڑ کر چیخا۔

''تم نے نیلم سرائے میں میری توہین کی تھی۔ میری اور سردار زمن کی گفتگو کے درمیان خواہ مخواہ دخل اندازی کر بیٹھے تھے۔''

''بس اتنی سی بات۔''

''ہاں یہ قطعی ذاتی اور نجی معاملہ تھا۔''

''تو اب اُس کے لئے مجھے کیا سزا بھگتنی پڑے گی۔''

''مستقل طور پر میرے ساتھ رہو گے۔''

''کیوں......؟''

''تم لوگوں کی حماقتوں کی وجہ سے تنہا رہ گیا ہوں۔''

''کرنل فریدی تم مجھے پاگل بنادو گے۔''

''فی الحال میں تمہارے زخموں کی ڈریسنگ کرنا چاہتا ہوں۔''

ناصر کچھ نہ بولا۔ فریدی نے ایک مناسب سی جگہ پر ٹرک روک دیا۔ سڑک پر دائیں جانب اتنی جگہ تھی کہ دوسری گاڑیاں بہ آسانی گزر سکتیں۔

پھر وہ اُتر کر ٹرک کے پچھلے حصے میں آیا اور کریٹوں کے پیچھے سے ایک سوٹ کیس نکالا۔

کچھ دیر بعد وہ ناصر کی پیشانی کی ڈریسنگ کررہا تھا اور ناصر کے چہرے پر عجیب سے

تاثرات تھے۔ وہ خود کو بالکل احمق محسوس کر رہا تھا۔

''کہو تو تمہاری شکل ہی تبدیل کر دوں۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔

''کیوں......؟'' ناصر چونک پڑا۔

''وہ لوگ تمہیں کسی اجنبی کے ساتھ دیکھ کر تشویش میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔''

''کرنل فریدی مجھ سے صاف صاف بات کرو۔''

''کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ اب تم مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے اور اگر انہوں نے تمہیں کسی اجنبی کے ساتھ دیکھ لیا تو تشویش میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔''

ناصر کچھ نہ بولا۔ فریدی ڈریسنگ کر چکا تو اُس نے طویل سانس لی اور آہستہ سے بولا۔

''اب یہی مناسب ہے۔''

''گڈ......!''

اب فریدی اُس کے چہرے میں تبدیلیاں کرتا ہوا نظر آیا۔ پندرہ بیس منٹ کے اندر اندر اس نے عقب نما آئینے کا رخ بدل کر ناصر کے سامنے کر دیا۔

اور ناصر خود کو نہ پہچان سکا...... مضمحل مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔

وہ سوچ رہا تھا پتہ نہیں فریدی کس چکر میں ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔

''اب کیا خیال ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

دفعتاً ایک نیا خیال اُس کے ذہن میں اُبھرا اور اُس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''سنو کرنل......!'' وہ کسی قدر جذباتی انداز میں بولا۔ ''تم یہی تو چاہتے تھے نا کہ میں تمہاری رہنمائی اپنے ساتھیوں تک کروں۔''

''ظاہر ہے۔''

''لیکن میرے لئے یہ ناممکن ہے...... البتہ میں تمہیں ایک ایسے آدمی تک پہنچا سکتا ہوں جسے تم جانتے ہو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار وہ آدمی تم لوگوں کے ساتھ ٹیکم گڈھ کے فزارو میں ٹھہرا تھا۔''

''اوہو......!''

''اور مجھے اس لئے یاد رہ گیا کہ وہ غیر معمولی قد اور جسامت رکھتا ہے۔''

''قاسم......!''

''نام سے واقفیت نہیں ہے لیکن ہے وہی آدمی۔''

''کہاں ہے......!''

''اس وقت ہم لوگ ایسی پوزیشن میں ہیں کہ وہاں جاسکتے ہیں......تمہارے پاس مرغیاں ہیں۔''

''کیا مطلب......؟''

''بس اب چلو......زیادہ دور نہیں جانا پڑے گا۔''

''مقصد کیا ہے......؟''

''کرنل کیا اتنا اشارہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے؟ میں تمہیں ایک ایسے آدمی تک لے جارہا ہوں جو تمہیں جانتا ہے۔''

''خیر......اچھا چلو......!''

فریدی نے پھر انجن اسٹارٹ کیا اور ٹرک حرکت میں آ گیا......پھر تین چار میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ناصر نے بائیں جانب موڑ نے کو کہا۔ ڈھلان میں دور تک زمین سپاٹ چلی گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس راستے پر بھی گاڑیاں چلتی رہتی ہوں۔

''میں ایک بڑا خطرہ مول لے رہا ہوں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''کرنل......اگر میں نے تم پر حملہ کیا بھی تو للکار کر ہی کروں گا۔''

''مجھے یقین ہے۔''

''جہاں میں تمہیں لے چل رہا ہوں اگر تم وہاں پہچان لئے گئے تو مجھ پر اس کی کیا ذمہ داری ہوسکتی ہے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو......خیر اس کی فکر نہ کرو۔''

''ذرا رفتار کم کرو......آگے سے داہنی جانب مڑنا ہے۔ راستہ بھی تنگ ہے۔''

فریدی نے رفتار کم کردی اور خاموشی سے موڑ تک آیا..... یہاں سے دائیں جانب مڑنا تھا۔ راستہ واقعی تنگ تھا۔ دونوں جانب بے ترتیب چٹانیں تھیں۔ نیچے زمین البتہ مسطح تھی۔

''اب یہ بتاؤ کہ وہ تنہا ہے یا کچھ اور لوگوں کے ساتھ۔'' فریدی نے ناصر سے پوچھا۔

''تنہا نہیں ہے۔ کچھ لوگوں کے ساتھ ہے۔''

''اور انہیں لوگوں میں سے کوئی مجھے پہچان بھی سکتا ہے۔''

''ضروری تو نہیں ہے کرنل۔ تم میک اپ کے ماہر ہو۔ آواز بدلنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ میں نے تو وہ بات اسلئے کہی تھی کہ اگر تم پہچانے گئے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہوگی۔''

''کیا وہ غیر ملکیوں کے ساتھ ہے۔''

''نہیں...... سب مقامی ہیں۔''

فریدی نے پھر کوئی سوال نہ کیا۔

ناصر شکاری تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ شخص اُسے سمجھتا کیا ہے۔ وہ بُرا آدمی ضرور تھا لیکن بدعہدی سے اُسے نفرت تھی۔ وہ جان دے سکتا تھا۔ لیکن اپنے ساتھیوں کی نشاندہی اس انداز میں نہیں کرسکتا تھا جس سے اسکے عہد پر ضرب پڑتی۔ اس نے اپنی پارٹی سے وفاداری کا عہد کیا تھا اور اُس پر قائم تھا۔ فریدی کو قاسم تک پہنچا دینے کے باوجود بھی عہد پر قائم رہتا۔

''گاڑی یہیں روک دو۔'' دفعتاً اُس نے فریدی سے کہا۔ گاڑی اب بھی اُسی تنگ راستے پر تھی۔

''یہاں......!'' فریدی نے بریک لگاتے ہوئے کہا۔

انجن بند کر کے وہ ناصر کی طرف دیکھنے لگا۔

''اُدھر......!'' وہ بائیں جانب والی چٹانوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''گاڑی یہیں چھوڑ کر چلنا ہوگا...... ہم وہاں پہنچ کر ریڈی ایٹر میں ڈالنے کے لئے پانی مانگیں گے۔

''کیا اُدھر کوئی عمارت ہے۔''

''ہاں ایک پروسپکٹر رہتا ہے اُدھر۔''

''میرے لئے بالکل نئی اطلاع ہے۔''

وہ ٹرک سے اُتر آئے۔

چٹانیں دشوار گزار نہیں تھیں۔ وہ جلد ہی دوسری طرف پہنچ گئے۔ سامنے ہی ایک چھوٹی سی عمارت نظر آئی۔ اس کی تعمیر میں لکڑی اور پتھر دونوں کا استعمال ہوا تھا۔ لیکن یہ زیادہ پرانی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

برآمدے میں کئی آرام کرسیاں پڑی تھیں جن پر تین افراد نظر آرہے تھے۔ ایک کو تو فریدی نے فوراً پہچان لیا۔ یہ قاسم تھا اور انہیں عمارت کی طرف آتا دیکھ کر سب سے پہلے اُس نے کرسی چھوڑی تھی۔

وہ برآمدے سے نکل کر دہاڑا۔ ''قیا ہے......تم لوغ کون ہو۔''

وہ اس کے قریب پہنچنے سے پہلے خاموش ہی رہے تھے۔

''ہمارے ٹرک میں ریڈی ایٹر کا پانی ختم ہوگیا جناب۔'' فریدی نے کہا۔ جو اب بھی قبائلی جوان ہی کے میک اپ میں تھا۔

''تو پھر......!''

''اگر آپ ہمیں تھوڑا پانی دے سکیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔''

''پانی ہمیں بھی دشواری سے ملتا ہے۔'' قاسم نے خشک لہجے میں کہا۔

''مرغیوں کے پانچ کریٹ گاڑی میں موجود ہیں۔ اگر ہم وقت پر نہ پہنچ سکے تو وہ بھوکی مرجائیں گی۔''

''مرغیاں......!'' قاسم نے کہا اور آہستہ آہستہ منہ چلاتا ہوا کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ ''ایک لیٹر پانی کے بدلے ایک مرغی لوں گا۔''

''خوشی سے جناب عالی......میں تیار ہوں۔''

''اچھی بات ہے......تم یہیں ٹھہرو۔'' قاسم نے کہا اور برآمدے میں چلا گیا۔

اب وہ بوڑھا آدمی کرسی سے اٹھا جو اس دوران میں انہیں عقابی نظروں سے گھورتا رہا تھا۔ اُس کے ساتھ ہی وہ لڑکی بھی اٹھی جو اس کے قریب والی کرسی پر نیم دراز تھی۔

یہ لوگ برآمدے سے زیادہ دور نہیں تھے اور ان کی گفتگو صاف سن سکتے تھے۔

''تم اُن سے سودے بازی کررہے تھے؟'' بوڑھا قاسم کو گھونسہ دکھاتا ہوا بولا۔

قاسم نے اسکی طرف توجہ دیئے بغیر لڑکی سے کہا۔ ''محترمہ ایک لیٹر پانی کے بدلے ایق مرغی۔''

''فضول باتیں نہ کرو....انہیں پانی دے دو۔ خبردار آئندہ اس قسم کی سودے بازی نہ کرنا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے......لیکن اب مجھ سے آلو نہیں کھائے جاتے۔''

''تو تم ان سے مرغیاں خرید سکتے ہو۔''

''پھوکٹ میں ہاتھ آ رہی ہیں......گھپلا نہ کیجئے۔''

''یہ شخص بالکل پاگل ہے۔'' بوڑھا جھنجھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''ڈیڈی پلیز......!'' لڑکی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''میں اسے سمجھالوں گی۔''

پھر اس نے فریدی اور ناصر کو برآمدے میں آنے کا اشارہ کیا۔

دونوں بڑے ادب سے برآمدے میں داخل ہوئے۔

''کیا بات ہے؟''

''بی بی جی......!'' فریدی بولا۔ ''پانی چاہئے گاڑی کے لئے۔ مرغیاں لے جا رہا ہوں سمن آباد۔ وقت پر نہ پہنچیں تو ہم پریشانی میں پڑ جائیں گے۔''

''ادھر سے تو گاڑیاں نہیں جاتیں۔''

''جلد پہنچنے کے خیال سے ہم نے سڑک چھوڑ دی تھی۔ لیکن یہ مصیبت آ پڑی سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔''

''آپ لوگوں کو پانی مل جائے گا۔ اس کے بدلے مرغیوں کی ضرورت نہیں۔''

''ہم صاحب کی خدمت میں تحفتاً پیش کرنا چاہتے ہیں۔'' فریدی نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا اور قاسم کے دانت نکل پڑے۔

''قیمتاً......!''

''وہ تحفتاً دینا چاہتا ہے۔'' قاسم غرایا۔

''تم خاموش رہو۔'' لڑکی نے سخت لہجے میں کہا۔

''بہت اچھا جناب عالی......!'' قاسم مردہ سی آواز میں بولا۔

''انہیں پانی دے دو۔''

قاسم اندر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد دو بالٹیوں میں پانی لئے ہوئے برآمد ہوا۔

دونوں نے ایک ایک بالٹی سنبھالی اور برآمدے میں نیچے اُتر گئے۔ کچھ دور چلے ہوں گے کہ قاسم بھی آ پہنچا۔

''سالا بہت حرامی ہے۔'' اُس نے کہا۔

''کون......!'' فریدی نے پوچھا۔

''وہی بڈھا خرانٹ...... کہنے لغا کھڑے منہ قیا دیخ رہے ہو۔ جاؤ کہیں وہ بالٹیاں بھی نہ لے بھاگیں۔''

''ٹھیک ہی تو کہا انہوں نے......ہم لوگ اُن کے لئے اجنبی ہیں۔''

''اے نہیں......وہ سالا ہے ہی ایسا...... میں اس کی بیٹی کا سیکریٹرا ہوں اس کے باپ کا نوکر تو نہیں۔''

''یہ سیکریٹرا کیا چیز ہے پیارے بھائی......!'' ناصر نے پوچھا۔

''عورتوں کا سیکریٹرا ہوتا ہے اور مردوں کی سیکریٹری۔''

''اوہو...... یہ بات ہے۔'' ناصر ہنس پڑا۔

''مجھے خود کو سیکریٹری کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ پہاڑ جیسا تو ہوں۔''

''بھائی بہت قابل معلوم ہوتے ہیں۔'' فریدی بولا۔

''سیکریٹرا بھی زندگی بھر یاد رہے گا۔''

''مجھے تو اپنا نام بھی اچھا نہیں لگتا......اتنے بڑے ڈیل ڈول پر صرف قاسم......ہی ہی ہی ہی۔''

''پھر کیا نام ہونا چاہئے تھا۔''

''ڈبل قاسم ٹو دی پاور فور......!''

ناصر پھر ہنسا اور وہ ٹرک کے قریب آ پہنچے۔ یہاں کریٹوں میں مرغیاں کڑکڑا رہی تھیں۔ قاسم نے جھانک کر پچھلے حصے میں دیکھا اور ان کی طرف دیکھ کر بولا۔''الاقسم بڑی تگڑی تگڑی ہیں۔''

''آپ لے جایئے......جتنی دل چاہے۔''

''وہ دونوں مجھے زندہ چبا جائیں گے۔''

''آپ کہہ دیجئے گا میں نے خریدی ہیں۔'' فریدی بولا۔

''اچھی بات ہے۔''

''چلئے میں پہنچا دوں...... پورا کریٹ لئے چلتا ہوں وہاں اپنی پسند کی نکال لیجئے گا۔''

اُدھر ناصر نے تھوڑا پانی ریڈی ایٹر میں ڈالا اور قاسم کی نظر بچا کر بقیہ پانی دوسری طرف

کی ایک دراز میں ڈال دیا۔

فریدی نے ایک کریٹ ٹرک سے اتار لیا تھا۔ قاسم نے خالی بالٹیاں سنبھالیں۔

ناصر بڑے اطمینان سے اگلی سیٹ پر جا بیٹھا تھا۔

فریدی کریٹ اٹھائے ہوئے چٹانوں پر چڑھنے لگا۔ قاسم اس کے پیچھے بالٹیاں لئے چل رہا تھا۔

''احمق......!'' ناصر آہستہ سے بڑبڑایا۔ اُس کی آنکھوں میں شیطانی چمک لہرائی تھی۔

دفعتاً اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور ٹرک کو لے بھاگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ فاتحانہ شان سے نیلم سرائے میں داخل ہو سکے گا۔

فریدی کریٹ کی تختیاں نکال رہا تھا کہ اُس نے ٹرک کے انجن کی آواز سنی اور چونک پڑا۔ قاسم اُس کے قریب ہی کھڑا تھا۔

''ہائیں......!'' وہ اٹھتا ہوا بولا۔ ''کیا یہ میرے ٹرک کی آواز ہے۔''

اور پھر وہ چٹانوں کے سرے تک دوڑتا چلا گیا تھا۔ لیکن ٹرک راستے پر نہ دکھائی دیا۔

عجیب سی مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی اور وہ آہستہ سے بولا۔ ''میں یہی چاہتا تھا...... بیٹے۔''

اسکے بعد اس نے اپنے چہرے پر بدحواسی طاری کی تھی اور قاسم کی طرف دوڑ آیا تھا۔

''یہاں کوئی گاڑی ہے.... ہے کوئی گاڑی....!'' وہ قاسم کا ہاتھ پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا۔

''قیا بات ہے......قیا ہوا......؟''

''وہ ولدالخنزیر میرا ٹرک لے گیا۔''

''قیا مطلب......؟''

''ارے وہ میرا ٹرک لے گیا۔'' فریدی نے کہا اور پھر اسی سمت دوڑا گیا۔ بوڑھا اور اس کی بیٹی بھی باہر آ گئے تھے۔

فریدی پھر پلٹا۔

''کیا بات ہے......؟'' لڑکی نے پوچھا۔

''بی بی جی...... میں تباہ ہو گیا۔ وہ کتے کا پلا میرا ٹرک لے گیا۔ اگر آپ کے پاس کوئی گاڑی ہو تو مجھے دیجئے...... خدا کے لئے...... آپ لوگ مجھ پر رحم کیجئے۔ میں نے اگر اُسے نہ پکڑا تو کنگال ہی ہو جاؤں گا۔''

''یہاں ہمارے پاس کوئی گاڑی نہیں۔'' بڈھا غرایا۔

''پوری بات بھی تو بتاؤ۔'' لڑکی بولی۔

''وہ مجھے سڑک پر ملا تھا۔ بولا شکاری ہوں۔ زخمی ہو گیا ہوں مجھے سمن آباد پہنچا دو۔ میں نے اُسے ٹرک پر بٹھا لیا تھا۔ پھر اُسی نے مجھے یہ راستہ بھی بتایا۔ ورنہ میں پہلے کبھی ادھر سے نہیں گزرا۔ اُس نے کہا تھا کہ یہ راستہ مختصر ہے۔''

''تم سے بڑی غلطی ہوئی۔'' لڑکی بولی۔ ''لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہ کر سکیں گے۔ ہماری گاڑی ہفتے میں صرف ایک بار رسد لے کر آتی ہے۔ اب وہ چار دن بعد آئے گی۔''

فریدی ایک بار پھر چٹانوں کی طرف دوڑا گیا اور وہیں کھڑے چیخنے لگا۔

''مردود...... مردود...... مردود تیری ہڈیاں گیدڑ چبائیں گے۔ مردود...... ولد الحرام......!''

''سنو پیارے بھائی۔'' وہ قاسم کی آواز سن کر مڑا۔ قاسم اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔

''کیا کہتے ہو صاحب! تمہاری مرغیوں کے چکر نے مجھے غارت کر دیا۔''

''میں قہہ رہا تھا کہ اس میں بھی اللہ کی قوئی مصلحت ہو گی۔''

''ہاں اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔''

''میم صاحب کو تم سے ہمدردی ہے۔''

''کسی کی بھی ہمدردی میرے کام نہیں آ سکتی۔ مجھے ڈوبنے سے نہیں بچا سکتی۔''

''میں قہتا ہوں کہیں اب مرغیاں بھی نہ نکل کر بھاغ جائیں۔'' قاسم منہ چلا کر بولا۔

''ہوں...... چلئے......خدا ان مرغیوں کو بھی غارت کرے۔''

''پانچ چھ تو اکیلے میرے ہی ساتھ غارت ہو جائیں گی۔'' قاسم نے کہا اور دانت نکال دیئے۔ پھر فوراً ہی بند بھی کر لئے۔ شائد خیال آ گیا ہو کہ یہ ہنسی کا وقت نہیں ہے۔

وہ پلٹ آئے۔ یہاں بوڑھا مرغیوں کے کریٹ کو گھورے جا رہا تھا۔

''یہ کیا ہے؟'' اس نے کریٹ کی طرف اشارہ کر کے سرد لہجے میں پوچھا۔

''مرغیاں جناب عالی......!'' قاسم جھلا کر بولا۔

''میں پوچھتا ہوں کیوں ہیں مرغیاں۔''

لیکن قاسم نے اس کو جواب دینے کی بجائے مرغیوں کو مخاطب کر کے سوال کیا۔ ''تم قیوں ہو مرغیاں۔ بکریاں قیوں نہیں ہو۔''

''قاسم بکواس بند کرو۔'' لڑکی نے سخت لہجے میں کہا۔

''میں آپ کا سیکریٹرا ہوں۔ ان کی سیکریٹری تو نہیں ہوں۔ یہ قیوں مجھے آنکھیں دکھاتے ہیں۔''

''شٹ اپ......!''

قاسم فریدی کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''اے تم نکالو میرے لئے چھ مرغیاں میں قیا قسی سے ڈرتا ہوں۔''

لڑکی نے بوڑھے سے کہا۔ ''پاپا آپ اندر جائیے۔''

وہ قاسم کو گھورتا ہوا اندر چلا گیا۔

''تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔'' لڑکی نے قاسم سے کہا۔

''پھر مرغیاں کون کاٹے گا۔''

''سب ہو جائے گا......تم جاؤ۔''

''میں آپ کو قسی کے پاس تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔''

''یہ کیا بکواس ہے۔''

''بکواس ہی سہی......سیکریٹرا کا فرض ہے۔''

''جاؤ......!'' وہ آنکھیں نکال کر بولی اور قاسم نے اپنی آنکھیں بند کر کے کہا۔ ''میں

نہیں دیکھ رہا۔“

فریدی اپنی آنکھوں میں الجھن کے آثار پیدا کر کے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔

دفعتاً قاسم نے آنکھیں کھول کر اُس سے کہا۔ ”تم مرغیاں نکالو...... میں چاقو لینے جار ہا ہوں۔ایک ایک ذبح کرتا جاؤں گا۔“

”تم آدمی ہو یا جانور...... یہ بیچارہ اتنا پریشان ہے اور تمہیں مرغیوں کی پڑی ہے۔“ لڑکی جھنجھلا کر بولی۔

”ہم قبائلی صبر کرنا جانتے ہیں بی بی جی...... میں جارہا ہوں۔ سمن آباد پہنچنا ضروری ہے۔“

”پیدل چل کر صبح سے پہلے نہ پہنچ سکو گے۔“

”مجھے بہرحال جانا ہے...... آپ میری یہ مرغیاں امانت کے طور پر رکھئے...... کچھ مرغیاں ان صاحب کو دے چکا ہوں وہ لے لیں۔“

”راتیں بہت سرد جارہی ہیں۔“

”ہم اس کے عادی ہیں...... اچھا خدا حافظ۔“

فریدی کریٹ کو وہیں چھوڑ کر چٹانوں کی طرف چل پڑا۔

پھر آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر وہ اپنے لئے ایک غار تلاش کر لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہاں سے اُس عمارت کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔

نیلم سرائے پہنچنے کے لئے ناصر کو خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ پھر بھی سورج غروب ہونے سے پہلے وہاں جا پہنچا تھا۔ مصنوعی ڈاڑھی اور ناک پر چڑھا ہوا پلاسٹک کا خول اس نے راستے ہی میں نکال پھینکا تھا۔ پیشانی پر بندھی ہوئی پٹی بھی کھول دی تھی۔

بہرحال جب وہ نیلم سرائے پہنچا تو لوگوں نے اُسے گھیر لیا۔ سردار زمن حیرت سے

اُسے دیکھے جا رہا تھا۔

''مرغیوں سے بھرے ہوئے چار کریٹ اب تمہارے ہیں۔'' ناصر مسکرا کر بولا۔

''وہ کہاں ہے؟''

''اُسکی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر سمن آباد میں پھینک آیا ہوں۔'' ناصر فخریہ انداز میں بولا۔

''تم چار کریٹ کہہ رہے ہو۔'' بوڑھا آگے بڑھ کر بولا۔'' میری گاڑی میں پانچ کریٹ تھے۔''

''اُوہ تو تم اب تک یہیں ہو۔'' ناصر آنکھیں نکال کر غرایا۔'' بھاگ جاؤ...... ورنہ جان سے ماردوں گا۔''

''میرا بھتیجا کہاں ہے۔''

''سمن آباد کے ہسپتال میں ہوگا...... یا پھر ہسپتال کے مردہ خانے میں! میں نے اس کے مرجانے کا انتظار نہیں کیا تھا۔''

''اگر ایسا ہے تو تمہاری خیر نہیں...... وہ بڑے باپ کا بیٹا تھا۔''

''چلے جاؤ......!'' ناصر مکا تان کر دہاڑا۔

''جارہا ہوں...... جارہا ہوں۔''

''میری مرغیاں۔'' سردار زمن بولا۔

''چاروں کریٹ اتارلو......!'' ناصر نے خشک لہجے میں کہا۔

لیکن بعض لوگوں نے ایسا نہ ہونے دیا۔ انہوں نے سردار زمن کو اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

بوڑھا آدمی ٹرک لے گیا اور ناصر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ زخم کی ڈریسنگ کرنے کے بعد اس نے کمرے ہی میں شراب طلب کی تھی اور کھانا بھی وہیں کھایا تھا۔

رات گئے کسی نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

''کون ہے؟'' اس نے دروازے کے قریب جا کر پوچھا۔

''لیکراس...... دروازہ کھولو۔'' جواب ملا۔

ناصر نے دروازہ کھول دیا۔ لیکراس نے اندر داخل ہوکر خود ہی دروازہ بند کیا تھا اور

اُسے بولٹ کرنے کے بعد وہیں کھڑا ناصر کو گھورتا رہا تھا۔

''کیا بات ہے دوست......!'' ناصر نے پوچھا۔

''یہاں سے فوراً نکل چلو...... میں تمہیں کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دوں۔''

''کیوں......؟''

''اکرام ریگم بالا تنہا پہنچا ہے اور اُس نے پولیس کو ساری کہانی سنائی ہے۔ تمہارا نام خصوصیت سے آیا ہے اُس کی رپورٹ میں۔''

''مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ مرنے سے نہیں ڈرتا۔'' ناصر نے کہا۔

''یہ میرا مشورہ نہیں بلکہ پارٹی کے لیڈر کا حکم ہے۔'' لیکراس نرم لہجے میں بولا۔

''تب تو مجبوری ہے چلو.... میں نے عہد کیا تھا کہ پارٹی کے لیڈر کا حکم بہرحال مانوں گا۔''

پھر وہ دونوں باہر نکل کر ایک کار میں بیٹھ گئے۔ وہ پچھلی سیٹ پر تھے۔

ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی آگے بڑھائی۔ لیکن وہ ریگم بالا کی سڑک کی طرف جانے کی بجائے جنوب کی طرف جا رہے تھے۔

''کیا آج کسی سے تمہارا جھگڑا ہوا تھا۔'' لیکراس نے پوچھا۔

''ہاں آج میں نے ایک قبائلی کی ہڈیاں توڑی ہیں۔'' ناصر نے کہا اور مختصراً اپنا فرضی کارنامہ دہرایا۔ فریدی کا کہیں نام بھی نہ آنے پایا اور یہ حقیقتاً محض اس لئے تھا کہ فریدی نے بھی تو اس کی جان بخشی کی تھی۔ وہ چاہتا تو اسے بڑی بے دردی سے مار ڈالتا۔

وہ اپنی دھن میں بولے جا رہا تھا۔ اُسے پتہ ہی نہ چل سکا کہ لیکراس نے کب سائیلنسر لگا ہوا ریوالور نکالا اور کب اس کی کنپٹی کے قریب لا کر فائر بھی کر دیا۔

پھر ناصر کی طرف کا دروازہ کھلا اور اس کی لاش باہر دھکیل دی گئی۔ گاڑی اندھیرے کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھی جا رہی تھی۔

کمبلوں کے نیچے

حمید نے غار سے باہر نکل کر دیکھا۔ گہرا اندھیرا پھیل گیا تھا اور سردی بہت بڑھ گئی تھی۔ بلیک فورس کے اُس ممبر کو گئے ہوئے پانچ گھنٹے ہو گئے تھے لیکن ابھی تک حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اور اب تو ایسا لگ رہا تھا جیسے رات بھی اُسی غار میں بسر ہوگی۔

دفعتاً اس نے ریما کی آواز سنی۔ ''تم کہاں ہو۔''

''اندھیرے میں! تم بھی یہیں آ جاؤ۔'' حمید بھنا کر بولا۔

پھر وہ اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی اور آہستہ سے بولی۔ ''بچوں کی سی باتیں نہ کرو...... یہاں کھڑے ہو کر چیختے ہو۔ تمہاری آواز دور دور تک سنی گئی ہوگی۔''

''ذرا دیر بعد لومڑیاں بھی چیخنا شروع کریں گی۔''

''اندر چلو......!'' وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی بولی۔

دونوں پھر غار میں واپس آ گئے۔ یہاں بڑی لالٹین کی روشنی ان کے لئے ناکافی نہیں تھی اور وہ یہاں کیروسین آئیل کی خاصی مقدار دریافت کر چکے تھے۔ قریب قریب ضرورت کی ہر چیز یہاں موجود تھی۔

''تم جاگ کیوں پڑیں۔'' حمید بولا۔ ''کچھ دیر اور سونا چاہئے تھا۔''

''کیوں کیا مجھے یہاں چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ ہے۔''

''میں خود آج تک کسی لڑکی کو چھوڑ کر نہیں بھاگا۔ آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں۔''

''میں ابھی تک نہیں سمجھ سکی کہ تم کس قسم کے خبیث ہو۔''

''بہت ہی متبرک قسم کا ہوں...... یعنی صرف ذہنی قسم کی خباثتیں ہیں مجھ میں...... عملی طور پر بدھو کہلاتا ہوں۔''

''اندر چلو......!'' اُس نے اُسے پھر غار کے دہانے کی طرف گھسیٹا۔ ''میں تمہیں واجد کے بارے میں بتا رہی تھی۔''

''خدا کی پناہ۔ تم اس کے نام سے بھی واقف ہو۔ کیا وہ اکرام کے موٹیل میں تمہارے ہی سامنے دوزانو ہو کر اپنی پوجا کے بول دہراتا رہا تھا۔''

''ہاں......وہ میں ہی تھی۔''

وہ غار کے اندر پہنچ کر اپنے اپنے کمبلوں پر بیٹھ گئے۔ حمید اُسے تیز نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ دفعتاً اس نے کہا۔ ''تب تم یہ بھی جانتی ہو گی کہ لسلی کی موت کا ذمہ دار کون تھا۔''

''اُس دوسرے بھکشو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا اور تھا ہی کون! کاش میں اُسے تنہا چھوڑ کر بھنے ہوئے غلے کا تھیلا لینے نہ جاتی۔''

''تو کیا ہوتا......اُس وقت تو تم پوری طرح اُنہیں لوگوں کے ساتھ تھیں۔''

''پھر بھی وہ اتنی بے دردی سے نہ ماری جاسکتی۔ آخر اُس بیچاری کا قصور ہی کیا تھا۔''

''میری دانست میں......!'' حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''ہاں......تمہاری دانست میں کیا۔''

''کچھ نہیں...... مجھے پھر بھوک لگ رہی ہے۔ اس بار تم کافی بناؤ گی سمجھیں۔'' حمید نے کہا اور لمبا لمبا لیٹ گیا۔

''اس قسم کے کام میرے بس سے باہر ہیں۔ اسکے علاوہ اور جو کہو کرنے کو تیار ہوں۔''

''سر کے بل کھڑے ہو کر مجھے کافی بناتے دیکھو۔''

''میں تم کو ابھی کئی کہانیاں سناؤں گی......ان میں واجد کی کہانی بھی شامل ہے۔ اُس کی نامکمل برین واشنگ کی گئی تھی اور میں نے ایک اساطیری دیوی کا رول ادا کیا تھا۔''

''میں پوچھتا ہوں ایسا کیوں ہوا......؟''

''اُسی کے نتیجے میں تم دونوں یہاں نظر آ رہے ہو۔''

''دوسری کہانی؟''

''کافی کا پانی رکھ دو...... مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔ فائدے میں رہو گے میری خدمت کر کے۔''

''خدا کی پناہ! کچھ دیر پہلے تو تمہیں بولنا ہی نہ آتا تھا۔''

''کل شائد تمہاری یہ رائے بھی بدل جائے۔''

حمید کراہ کر اٹھا اور کیتلی میں پانی انڈیلنے لگا۔

''واجد سے مجھے ہمدردی ہے......شائد ہی کبھی وہ مستقل طور پر نارمل ہو سکے۔''

''یہ کھلی ہوئی درندگی ہے......میں اسے درندگی نہیں سمجھتا کہ کسی کو گولی ماردی جائے۔''

''یقین کرو......اسی دوران میں میں نے ان لوگوں سے شدید ترین نفرت محسوس کی ہے۔ ہوسکتا ہے وہ لوگ مستقبل میں بہتر زندگی کے خواب دیکھ رہے ہوں۔ اس بہتر زندگی کے حصول کے لئے انہوں نے جو طریقے اختیار کئے ہیں قطعی غیر انسانی ہیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ محفوظ کی ہوئی اغذیہ کے ڈبے کاٹ رہا تھا۔

ریما تھوڑی دیر خاموش رہی پھر بولی۔''تم لوگ کئی اطراف سے گھیرے جا رہے ہو۔''

''ایک واجد دوسری تم......!'' حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔''کیا کوئی تیسرا رخ بھی ہے حملے کا......!''

''تمہارے بعض دوست......!'' وہ مسکرائی۔

''دوست......کیا مطلب......؟''

''ایسے ایک آدمی کو تو میں بھی جانتی ہوں۔''

''وہ کون ہے......!''

''جس کی ٹوہ میں تم رہا کرتے ہو۔ اُسے بھی تمہاری کم فکر نہیں رہتی۔ جہاں تمہارے ساتھ کوئی لڑکی دیکھی پیچھے لگ گیا۔ خواہ اسے قطبین ہی کا سفر کیوں نہ کرنا پڑے۔ اگر تم اس کے ساتھ کوئی لڑکی دیکھ لیتے ہو تو تم بھی یہی کرتے ہو۔''

''قاسم......!'' حمید اچھل پڑا۔

''میں اس کا نام نہیں جانتی۔''

''بہت لمبا اور بہت چوڑا......عقل سے خارج۔''

''ہاں وہی......اور وہ اس وقت ہمارے قبضے میں ہے۔ اُسے کسی نہ کسی طرح استعمال کیا جائے گا۔ ویسے جب اسے الجھایا گیا تھا تو مقصد یہی تھا کہ تم اُس کے پیچھے لگ جاؤ گے۔''

''لیکن میری کیا اہمیت ہے جب کہ تمہیں میری لاعلمی کا علم ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اُسے کہاں قید کیا گیا ہے؟''

''کیا کرنل فریدی کی نظروں میں تمہاری کوئی اہمیت نہیں۔''

''ارے...... وہ...... اُس شخص کی نظروں میں صرف اپنے اس جذبے کی تسکین کی اہمیت ہے جسے عام لوگ درندگی کہتے ہیں۔''

''کیا وہ تمہیں کسی مشکل میں دیکھ کر تمہاری طرف نہیں دوڑ پڑے گا۔''

''یقیناً! شائد اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا دے۔''

ریما کچھ نہ بولی۔ اس کے بعد انہوں نے کھانا شروع کر دیا تھا۔ کافی پی کر حمید نے پائپ سلگایا۔ رات کے آٹھ بج گئے تھے لیکن ابھی تک وہ شخص واپس نہیں ہوا تھا جس نے انہیں اس غار تک پہنچایا تھا۔

''شائد رات یہیں بسر کرنی پڑے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''بسر تو ہو جائے گی اطمینان سے۔'' وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بولی۔ ''تمہیں کرنل سے بچھڑ جانے پر تشویش نہیں ہے۔''

''کبھی نہیں ہوئی کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہ ہوگا۔ آخر میرے لئے یہ آسائشیں کون مہیا کر رہا ہے۔ کس نے میرے لئے گاڑی مہیا کی تھی۔ کس نے مجھے رینجرز کے پنجے سے رہائی دلوائی تھی اور کس نے یہ آرام دہ اور گرم غار......!''

حمید جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ آخر یہ لڑکی ہے کیا بلا۔ کیا چاہتی ہے؟ اب تو خود ہی اس نے اپنی اصلیت بھی ظاہر کر دی ہے۔

''تم کیا سوچنے لگے۔'' ریما نے ٹوکا۔

''کچھ بھی نہیں! میں دراصل تم میں الجھ کر رہ گیا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کس خانے میں فٹ کروں۔''

''میرے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچو کہ تم دونوں ہی میری آخری اُمید ہو۔ ایک میں ہی نہیں اس تنظیم سے تعلق رکھنے والے بہتیرے افراد اس سے بددل ہو چکے ہیں۔''

''لعنت بھیجو اس پر......!''

''یہ ایسا نہیں ہے کہ کسی تفریح سے اکتا کر اُسے ترک کر دیا جائے۔ تنظیم سے الگ ہو جانے کی کوشش کرنے والے حیرت انگیز طور پر موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں۔''

''پھر ہم بیچارے کیا کر سکتے ہیں۔''

''خود کو بیچارہ نہ کہو..... تم دونوں کی ہیبت بڑے بڑوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے۔''

''اگر انہیں علم ہو گیا کہ تم ایسے خیالات رکھتی ہو تو کیا ہوگا۔ اس پر بھی غور کیا ہے تم نے۔''

''وہ مجھے فنا کر دیں گے۔''

''خیر..... تم نے میرے جس دوست کا ذکر کیا تھا اب اس کی طرف آ جاؤ۔ اُسے کس طرح الجھایا گیا ہے۔''

''ارے بس..... لڑکی..... جو کسی طرح بھی قابو میں نہ آتا ہو وہ اس دام میں ضرور پھنس جاتا ہے۔ بہرحال وہ کوئی لڑکی ہی ہے..... میں تفصیل سے واقف نہیں۔''

''تم غلط کہہ رہی ہو..... کوئی عورت میرے چیف پر تو یہ حربہ آزما کر دیکھے! کوئی عورت اسے اس کے مقام سے نہیں ہٹا سکی۔''

''تو پھر وہ خود ہی عورت ہوگا۔'' ریما نے کہا اور کچھ سوچ کر ہنس پڑی۔

''اس قسم کے ریمارک سن کر بھی وہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔''

ریما اور زور سے ہنسی۔

''اس میں اس طرح ہنسنے کی کیا ضرورت ہے۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''ایک نیا خیال آیا ہے۔''

اور حمید اُس نئے خیال کے متعلق کچھ سننے کا منتظر رہا۔ ریما کسی قدر توقف کے ساتھ بولی۔ ''تم..... کہیں تم ہی تو لاشعوری طور پر اس کو عورت سے دور نہیں کر رہے ہو۔''

اس ریمارک پر حمید کی کھوپڑی ناچ گئی۔ اُس نے سوچا یہ کتیا جوگن کے روپ میں ملی تھی۔ اسے سکون کی تلاش تھی، نروان کی چاہ تھی اور اب کھال سے باہر ہوئی جا رہی ہے۔

''تم جھینپ کیوں رہے ہو۔'' وہ اُس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر ہنسی۔

''شٹ اپ.....!''

''سچ بڑے پیارے لگ رہے ہو۔ یہ میں کرنل کی طرف سے کہہ رہی ہوں۔''

''میں سمجھتا ہوں تم کیا چاہتی ہو۔'' حمید خشک لہجے میں بولا۔

''کیا سمجھتے ہو۔''

''اس قسم کی باتیں کر کے گویا میری انا کو للکار رہی ہو۔''

''ہے ہی نہیں.....للکار کر کیا کروں گی۔''

''دنیا کے عظیم ترین آدمی کے ہاتھوں میری تربیت ہوئی ہے۔ اگر میرے مونچھ ہوتی تو اس مرحلے پر خود ہی نیچی کر لیتا......سنو اگر تم ہماری ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتی ہو تو اس ترغیب کے بغیر بھی حاصل کر سکتی ہو۔''

یک بیک وہ بے حد سنجیدہ نظر آنے لگی اور اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار بھی دکھائی دیئے اور پھر وہ حمید کے قدموں پر جھکتی چلی گئی تھی۔ دوبارہ اس نے سر اٹھایا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''تم دیوتا ہو۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''صحیح معنوں میں مرد ہو۔''

حمید اپنے اوپر چھائے ہوئے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اب وہ خود کو پہلے سے بھی زیادہ احمق محسوس کر رہا تھا۔ نہ جانے کتنی اقسام کی عورتوں سے سابقہ پڑا تھا لیکن اس عورت میں کوئی ایسی چیز ضرور تھی جس نے ابھی تک اُس میں احساس تنفر پیدا نہیں ہونے دیا تھا۔

وہ خاموش کھڑا اوپر کے اندھیرے میں گھورتا رہا۔

فریدی نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کیا۔

''ہیلو...... بلیک تھرٹین...... بلیک تھرٹین۔'' اُس نے اُسے چہرے کے قریب لا کر کہا۔

چند لمحے خاموش رہا پھر بلیک تھرٹین کو دوبارہ کال کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد ریسیور سے آواز آئی۔ ''اٹ از بلیک تھرٹین سر......!''

''ہارڈ اسٹون......رپورٹ۔''

''دونوں آرام سے ہیں......لڑکی نے خود ہی اپنے بارے میں سب کچھ کہہ دیا ہے۔ وہ تنظیم سے بیزار ہے اس پارٹی کی سربراہ کوئی عورت ہے جو مردانہ بھیس میں رہتی ہے اور اس صورت میں بھی اسکے کئی روپ ہیں۔ لڑکی صرف ایک نام سے واقف ہے۔ نام ہے لیکر اس! عورت کا کوئی نام نہیں بتا سکی۔ دوسری اہم اطلاع یہ ہے کہ اس نے خود ہی بتایا ہے کہ واجد کی نامکمل برین واشنگ کی گئی تھی۔ تیسری اہم اطلاع کیپٹن کے کسی لحیم شحیم دوست کے بارے میں ہے۔ خود انہوں نے اسکا نام قاسم لیا تھا۔ لڑکی نام سے واقف نہیں صرف صورت آشنا ہے۔''

''اس کے بارے میں کیا اطلاع ہے۔''

''کسی نہ کسی طرح وہ بھی گھیرنے ہی کے لئے استعمال کیا جائے گا۔''

''ہوں......اچھا......بلیک فور سے کہو سمن آباد پہنچے اور میرے پیغام کا منتظر رہے۔ اُن دونوں کو فی الحال وہیں رہنے دو۔ جب تک میری طرف سے اطلاع نہ ملے اُن سے رابطہ بھی قائم نہ کرو۔ اُوور اینڈ آل......!''

سوئچ آف کر کے اُس نے ٹرانسمیٹر پوستین کی اندرونی جیب میں ڈال لیا۔

چاروں طرف گہرا اندھیرا تھا۔ پچھلے دن کی برف پگھل چکی تھی اور ننگی چٹانیں مہیب عفریتوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑی تھیں۔

وہ اُس عمارت سے زیادہ دور نہیں تھا جہاں قاسم کو دیکھ چکا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اسی طرف چل پڑا۔ لیکن اس سلسلے میں وہ اتنی احتیاط برت رہا تھا کہ شائد دو چار گز کے فاصلے سے بھی نہ دیکھا جا سکتا۔ وہ اس اتھاہ سناٹے اور گہرے اندھیرے کا ایک جزو ہی معلوم ہو رہا تھا۔

تھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ عمارت کی پشت پر جا پہنچا۔ ساری کھڑکیاں روشن تھیں اس کا اندازہ اسے اسی وقت ہوا کہ اس چھوٹی سی عمارت میں چاروں طرف کھڑکیاں ہی کھڑکیاں تھیں اور اُن میں شیشے کا استعمال زیادہ سے زیادہ ہوا تھا۔ بلندی سے اس عمارت کی نشاندہی میلوں دور سے ہو سکتی تھی۔ خواہ کتنا ہی گہرا اندھیرا کیوں نہ ہو۔

اندر کمروں میں پیٹرومیکس لیمپ روشن تھے اور کھڑکیوں سے گزر کر باہر آنے والی روشنی عمارت کے آس پاس پھیلی ہوئی تھی۔ اس روشنی میں ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی دیکھ لئے جانے کے خدشے کے بغیر دیوار تک پہنچ سکتا۔

فریدی ایک ایسی چٹان کے پیچھے دبکا رہا جو روشنی میں نہیں تھا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے دفعتاً ہوا کے ایک بہت ہی تیز جھونکے نے اُسے ہلا کر رکھ دیا۔اور پھر اُس نے اس عمارت کے قریب ایک ہیلی کوپٹر کو اترتے دیکھا۔قطعی بے آواز ہیلی کوپٹر......آواز کا ذرا سا بھی تو احساس نہیں ہوا تھا۔حیرت انگیز۔

ہیلی کوپٹر سے کوئی اترا تھا اور جب کھڑکیوں کی روشنی میں پہنچا تو فریدی اس کی شکل دیکھنے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ کوئی سفید فام غیر ملکی تھا۔ وہ عمارت کے اگلے حصے کی طرف جارہا تھا۔

فریدی آہستہ آہستہ بائیں جانب کھسکتا ہوا ہیلی کوپٹر کے قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

دفعتاً عمارت کی ساری کھڑکیاں تاریک ہوگئیں۔ گویا یہ روشنی اسی ہیلی کوپٹر کی راہنمائی کے لئے تھی۔ کچھ دیر بعد اُس نے پھر عمارت کی طرف دیکھا اور اب اسے معلوم ہوا کہ کھڑکیاں بالکل ہی تاریک نہیں ہوئی ہیں۔ اب اُن میں ایسی روشنی نظر آرہی تھی جیسے کمروں میں معمولی قسم کے کیروسین لیمپ روشن ہوں۔

اس نے ریڈیم ڈائیل والی گھڑی پر نظر ڈالی۔ دس بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے۔ کھڑکیوں کی روشنی کی نوعیت اس طرح اچانک بدل جانے کا مطلب یہی ہوسکتا تھا کہ تیز قسم کی روشنی کا استعمال مخصوص اوقات ہی کے لئے ہوتا ہوگا۔

وہ ہیلی کوپٹر کے قریب جاپہنچا۔ یہ اتنا بڑا تھا کہ اس میں پائیلٹ کے علاوہ چھ سات آدمی بیٹھ سکتے تھے۔جب اُسے اچھی طرح اطمینان ہوگیا کہ ہیلی کوپٹر کے اندر کوئی موجود نہیں ہے تو وہ بہ آہستگی اُس کے اندر داخل ہوگیا۔

پچھلی سیٹوں کے درمیان اسے کمبلوں کا ایک ڈھیر سا محسوس ہوا۔ وہ اُسے ٹٹولنے لگا۔

بس ڈھیر ہی ڈھیر تھا۔ اُس نے وہ سارے کمبل اپنے اوپر ڈالے اور وہیں دبک گیا۔ کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔

پھر اچانک اسے خیال آیا ضروری نہیں کہ وہ آدمی واپسی پر تنہا ہو۔ پھر کیا کرنا چاہئے؟ اگر کوئی ان سیٹوں پر آ بیٹھا تو راز کھل جائے گا۔

اب اس نے پھر اندھیرے میں ادھر اُدھر ٹٹولنا شروع کیا لیکن آس پاس گنجائش نہ تھی۔

دفعتاً اسے خیال آیا ادھر کمبلوں کا ڈھیر ہے اور اس عمارت میں شائد صرف تین ہی آدمی ہیں۔ چوتھا دکھائی نہیں دیا تھا۔ اگر اُن سبھوں کو بھی بیٹھنا پڑا تو پچھلی سیٹیں کافی ہوں گی۔ ادھر بیٹھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ دیکھا جائے گا۔

ہیلی کوپٹر غیر معمولی قسم کا تھا اس لئے اس کی پروازیں پوشیدہ ہی رکھی جاتی ہوں گی۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اُس کے ملک میں کہیں بھی اس قسم کا کوئی ہیلی کوپٹر موجود نہیں۔

تھوڑی دیر بعد اُسے کئی قدموں کی آہٹیں سنیں۔ وہ ہیلی کوپٹر ہی کی طرف آرہے تھے۔

اس نے قاسم کو کہتے سنا۔ ''محترمہ مجھے پھر بھوخ لگ آئی ہے...... میں کچھ کھائے بغیر نہ جاسقوں گا۔''

''مرے کیوں جاتے ہو۔ تھوڑی دیر بعد واپس آجائیں گے۔ جہاں ہم جارہے ہیں وہاں کچھ کھانے کو بھی ملے گا۔''

''آپ کی مرجی......!'' قاسم کا لہجہ ڈھیلا تھا۔

پھر فریدی نے انگریزی میں کسی کو کہتے سنا۔ ''پچھلی سیٹوں پر......ادھر سامان ہے۔''

اُس نے طویل سانس لی۔ یہ مسئلہ بھی اتنی آسانی سے طے ہوگیا۔

لڑکی نے قاسم سے کہا تھا۔ ''پچھلی سیٹ پر بیٹھنے سے یہ راکٹ کی طرح اوپر جائے گا......اتنے وزنی ہو تم......''

''تبھی تو آپکا سیکریٹرا ہوں۔ اپنے ہی وزن کی وجہ سے بڑے بڑے وزن اٹھالیتا ہوں۔''

''اچھا بس اب خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔'' لڑکی بولی۔

ہلکی سی آواز کے ساتھ پنکھوں کی گردش کی ابتداء ہوئی تھی اور جب ہیلی کوپٹر بلند ہونے لگا تھا تو وہ ہلکی سی آواز بھی غائب ہوگئی تھی۔ فریدی ان دونوں کی گفتگو اب بھی صاف سن رہا تھا۔

قاسم مسلسل بھوک کی شکایت کئے جارہا تھا۔

حمید گہری نیند سونے کی بڑی اچھی ایکٹنگ کررہا تھا۔ ہلکے ہلکے خراٹے غار میں گونج رہے تھے۔

خود ریما نے اُسے مشورہ دیا تھا کہ وہ سوجائے اور اپنے بارے میں کہا تھا کہ وہ نیند پوری کر چکی ہے۔ لہٰذا ساری رات بھی جاگتی رہ سکے گی۔ یہ تجویز بھی اسی کی تھی۔ ایک کو یقینی طور پر جاگتے رہنا چاہئے...... دونوں کا سوجانا مناسب نہ ہوگا۔

حمید آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا تھا لیکن تہیہ کرلیا تھا کہ آنکھ نہ لگنے دے گا۔

قریباً ایک گھنٹے بعد اُس نے ریما کی آواز سنی۔ وہ آہستہ آہستہ کسی کو کال کررہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ٹرانسمیٹر کے ذریعہ کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کررہی ہو۔

حمید نے پلکوں میں خفیف سا درہ کر کے دیکھا۔ لالٹین اُس کے قریب رکھی ہوئی تھی اور اس نے اپنا لاکٹ گلے سے اتار کر ہاتھوں میں اس طرح پکڑ رکھا تھا کہ لاکٹ تو منہ کے قریب تھا اور اس کی چین کا دوسرا سرا لالٹین کے شیشے سے لگا رکھا تھا۔ لاکٹ سے ایک باریک سا تار نکل کر اُس کے داہنے کان تک آیا تھا جس کے سرے پر یقینی طور پر ایک ننھا سا ایئر فون رہا ہوگا۔

کسی نامعلوم فرد سے رابطہ قائم ہوجانے کے بعد وہ کہہ رہی تھی۔ ''فریدی کا کچھ پتہ نہیں۔ البتہ اس کا نائب میرے قبضے میں ہے۔ اب جو حکم ہو وہ کیا جائے...... اُوور......!''

وہ خاموش ہوکر شائد دوسری طرف سے بولنے والے کے احکامات سننے لگی تھی۔

کچھ دیر بعد بولی۔ ''اس وقت تو پوری طرح میرے قبضے میں ہے۔ میں نے اُسے کافی میں بیہوشی کی دوا دے دی ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ یہاں تک پہنچنا کیسے ممکن ہوگا۔ جبکہ میں خود ہی نہیں جانتی کہ کہاں ہوں...... اُوور......!''

کچھ دیر خاموش رہ کر وہ پھر بولی اور اب وہ اپنے یہاں تک پہنچنے کی روداد دہرا رہی تھی۔ اس کے بعد خاموش ہوکر سننے لگی تھی۔ یہ وقفہ زیادہ طویل نہ ہوا، جلد ہی اس نے لاکٹ

ہاتھ سے رکھ دیا اور لالٹین وہیں پہنچا دی جہاں پہلے رکھی ہوئی تھی۔

حمید اپنی ذہنی حالت کا جائزہ لینے لگا۔ کیا سچ مچ اُس نے کافی میں کسی طرح بیہوشی کی دوا ملا دی تھی۔ لیکن اس کا ذہن تو پوری طرح بیدار تھا۔ نیند کی رمق بھی نہیں تھی آنکھوں میں!

پھر یہ کیا بکواس تھی؟ وہ سوچتا رہا۔

دفعتاً ریما اُسے جھنجھوڑنے لگی۔ ''حمید......حمید......اٹھو......اٹھو......!''

اور وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا...... نہ صرف اٹھ بیٹھا بلکہ بڑی پھرتی سے ریوالور نکال کر غار کے دہانے کی طرف جھپٹنا چاہا۔

''ارے ارے....!'' ریما اُس کا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔ ''ہوش میں آؤ۔ یہ کیا وحشت ہے۔''

''اُوں......کک......کیوں......پھر کیا ہے۔''

''بیٹھ جاؤ اور دھیان سے سنو...... میں تمہارے لئے کافی بناؤں گی۔ پانی آئیل اسٹوو پر رکھ چکی ہوں۔ پل بھر میں اُبلنے لگے گا۔''

حمید نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''شش...... میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ ابھی میں نے تیسری ناگن سے رابطہ قائم کیا تھا۔''

''تم نے کوئی ڈراؤنا خواب تو نہیں دیکھا۔'' حمید مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔

''میں کہتی ہوں سنجیدہ ہو جاؤ۔'' وہ غصیلے لہجے میں بولی۔

''میں بالکل سنجیدہ ہوں۔ تم بین بجاؤ اور نکالو تیسری ناگن اور کرو دیو مالائی باتیں۔''

''تم کیا سمجھے تیسری ناگن سے۔''

''مجھے فضول باتوں سے اس حد تک دلچسپی نہیں کہ اس طرح جگائے جانے کے بعد انہیں برداشت کرسکوں۔''

''ہم لوگ جو اس تنظیم سے بد دل ہوگئے ہیں تینوں بڑی عورتوں کو اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ تھریسیا پہلی ناگن ہے۔ نانوتہ دوسری اور تیسری ناگن وہ ہے جو عام طور پر مردانہ میک اپ میں رہتی ہے۔''

حمید اُسے غور سے دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کیا اب وہ اسے کافی میں بیہوشی کی دوا دینے والی ہے۔

''میں نے اسے بتایا ہے کہ تم پوری طرح میرے قبضے میں ہو اور میں نے تمہیں کافی میں بیہوشی کی دوا دے دی ہے۔'' ریما چند لمحے خاموش رہ کر بولی۔

''اُوہو......تو یہ بات ہے۔'' حمید اسٹوو پر رکھے ہوئے کافی پاٹ کو گھورنے لگا۔

''تم غلط سمجھے......ضرورت پڑنے پر تمہیں بیہوشی کی اداکاری کرنی پڑے گی۔''

''میں سب کچھ کرلوں گا......تم بس تیسری ناگن کی بات کئے جاؤ۔''

''میں آدھے گھنٹے بعد ایک تدبیر کروں گی اور ہمارا کوئی نہ کوئی آدمی یہاں پہنچ جائے گا۔''

''اگر ہمارے کسی آدمی سے مڈبھیڑ ہوگئی تو۔''

''تم اس کی فکر نہ کرو......تمہارا کوئی آدمی ہماری گرد کو بھی نہ پہنچ سکے گا۔''

''تم بیہوشی کی دوا ہی دے دو مجھے کافی میں۔''

''کیوں......؟''

''ہوسکتا ہے بیہوشی کی ایکٹنگ نہ کرسکوں۔''

ریما کچھ نہ بولی۔ اُس نے اٹھ کر حمید کے لئے کافی کا ایک کپ تیار کیا تھا۔

حمید اس دوران میں بغور اُسے دیکھتا رہا تھا کہ کہیں سچ مچ تو کوئی ایسی حرکت نہیں کرتی۔

''لو پیئو اور بیہوش ہو جاؤ۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''ریما......اگر اس میں زہر بھی ہے تو مجھے پرواہ نہیں۔'' حمید نے اس سے پیالی لیتے ہوئے بڑے رومینٹک انداز میں کہا۔

''اتنا اعتماد ہے مجھ پر۔''

''تم نے خود کو اعتماد کے قابل ثابت کیا ہے۔''

''میں یقین نہیں کرسکتی۔ خیر مجھے اس سے کیا غرض......تم چاہو تو میری اسکیم پر عمل کرنے سے انکار بھی کرسکتے ہو۔''

''اتنی بدگمانی کیوں......؟''

''تم نے میری باتوں پر یقین کیسے کرلیا......؟''

''معمولی شکل وصورت کی لڑکیوں کی باتوں پر یقین کرلیتا ہوں تم تو اتنی حسین ہو۔''

''باتوں میں اڑانے کی کوشش نہ کرو۔''

''عقل استعمال کرو...... میرے پاس کون سا ایسا ذریعہ ہے جس سے تمہاری باتوں کی تصدیق کرسکوں۔ سوائے اس کے کہ منتظر رہو اور دیکھو۔ لہٰذا اب مجھے تمہارے ہر مشورے پر عمل کرنا ہی پڑے گا۔''

''موت سے بھی نہیں ڈرتے۔''

''موت ہماری بہت پرانی ہمسائی ہے۔ روزانہ خیریت دریافت کر کے واپس جاتی ہے۔''

''لیکن اب میں نے ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔ بہت زیادہ تیزی دکھانے میں ٹھوکر کھانے کا خدشہ ہے۔ میری ساتھیوں کی نظروں میں مجھے تم ہی لوگوں کے رحم کرم پر ہونا چاہئے۔''

''بات تو ٹھیک ہے۔''

''لہٰذا اب میں انہیں اطلاع دینے جا رہی ہوں کہ حالات کے تحت فی الحال یہ ناممکن ہے۔''

''جیسی تمہاری مرضی...... خواہ مخواہ مجھے جگا دیا۔''

''ٹھہرو...... ایک منٹ ٹھہرو...... ذرا وہ لالٹین اٹھاؤ۔''

حمید کافی پی چکا تھا، اٹھ کر لالٹین اٹھا لایا۔ ریما نے گلے سے لاکٹ اتار کر پھر وہی حرکت شروع کر دی جو کچھ دیر پہلے بظاہر حمید کی لاعلمی میں کر چکی تھی۔ ویسے اس بار اُس نے لاکٹ سے ایک کی بجائے دو ایئر فون منسلک کئے تھے۔

ایک اپنے کان میں لگا کر دوسرا حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کان میں لگا لینے کا اشارہ کیا۔

حمید نے اُس کے مشورے پر عمل کیا تھا۔

اب وہ لاکٹ کو منہ کے قریب لا کر کسی کو کال کر رہی تھی۔ دفعتاً حمید نے دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سنی۔

''ریما پلیز...... ویٹ......!''

پھر چند لمحوں کے بعد آواز آئی۔ ''ہیلو ریما...... ریما......!''

اور ریما سے جواب مل جانے کے بعد کہا گیا۔ ''اُوور ٹو لیکراس......!''

حمید ہمہ تن گوش ہو گیا اس نام پر...... اور پھر دوسری آواز آئی۔ ''ہیلو ریما......!''

''اٹ از ریما سر! کچھ دیر پہلے میں نے جو پیغام بھیجا تھا اب اُس کے مطابق عمل نہ کرسکوں گی۔ کیونکہ وہ خود غائب ہو گیا ہے اور اُس کا نائب میرے ساتھ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ

اس طرح وہ میری نقل و حرکت پر نظر رکھنا چاہتا ہو۔ اُوور......!''

''ٹھیک ہے جو مناسب سمجھو کرو......تم بہت ذہین ہو۔''

''شکریہ جناب......!''

''اُوور اینڈ آل......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

ریما نے کان سے ایئر فون نکال لیا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

''کیا خیال ہے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

''کس سلسلے میں۔''

''اُس آواز سے متعلق......!''

''کیا تم مجھے یہ باور کرانا چاہتی ہو کہ وہ کسی عورت کی آواز تھی۔''

ریما اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ''تیسری ناگن کی۔''

''حیرت انگیز......!''

''وہ تمہارے چیف سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ مقامی آدمیوں سے وہ عموماً لیکر اس ہی کے میک اپ میں ملتی ہے۔''

حمید پر تفکر انداز میں پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

ایک مخصوص بلندی پر پہنچنے کے بعد ہیلی کوپٹر سیدھی پرواز میں آ گیا تھا اور اب فریدی خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کسی ہیلی کوپٹر میں پرواز کر رہا ہے۔ نہ تو اس میں آواز تھی اور نہ رفتار ہی کا احساس ہوتا تھا۔ وہ قاسم اور اس لڑکی کی گفتگو اب بھی اتنی ہی صاف سن رہا تھا جتنی زمین پر سنی تھی۔

لڑکی اس سے کہہ رہی تھی۔ ''تم کسی طرح اپنی بھوک پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ ہر

وقت پیٹ پیٹ چلاتے رہتے ہو۔''

''آپ قبھی قبھی بور قرنے لگتی ہیں۔''

''کیا مطلب......؟''

''میں نے یہ نوقری چین سے بیٹھ کر خانے ہی کے لئے کی تھی۔''

''تو آدمیوں کی طرح خاؤ......منع قون کرتا ہے۔'' لڑکی نے قاسم کی نقل اتاری۔

''دیکھئے......اس قی نہیں ہوتی۔'' قاسم کی آواز آئی اور پھر جھینپی ہوئی سی ''ہی ہی ہی'' شروع ہوگئی۔

''اس کے باوجود تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو۔ میری خواہش ہے کہ زندگی بھر میرے سیکریٹری رہو۔''

''تو قیا زندگی بھر پہاڑ کھودتی رہیں گی۔''

''میرا پیشہ یہی ہے......اس کی تعلیم حاصل کی ہے میں نے......اتنی عمر ضائع کی ہے......مجھے پروسپکٹنگ سے عشق ہے......تم خود سوچو......کہیں کسی نامعلوم جگہ تم کھڑے ہو اور تمہیں علم ہو جائے کہ تمہارے قدموں کے نیچے سونا ہے......چاندی ہے......جواہرات ہیں تو تمہارا کیا حال ہوگا خوشی کے مارے......میرے باپ کو اس سے دلچسپی نہیں ہے اور وہ ہیں بھی نحیف ونزار آدمی......تمہاری طرح دیو نہیں ہیں۔''

''باپ تو سب کے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میرے باپ کے علاوہ......لل......لیکن آپ شادی بھی تو کر سکتی ہیں......قیوں......!''

''ضروری نہیں کہ میرے شوہر کو بھی اس سے دلچسپی ہو! پھر میرا ارادہ نہیں ہے شادی کرنے کا۔''

''قیوں......؟'' قاسم کے لہجے میں مسرت تھی۔

''بس یونہی......!''

''تو میں جندگی بھر سیکریٹرا......!''

''شٹ اپ......سیکریٹری......!''

''بولئے......جواب دیجئے......جندگی بھر......!''

''ہاں زندگی بھر...... مجھے تمہاری باتوں پر غصہ نہیں آتا......لیکن شوہر کی ذرا سی بات پر غصہ آ سکتا ہے۔''

''جی......بلقل میرا بھی یہی حال ہے...... بیوی کی جرا جرا سی بات پر کتل کر دینے کو جی چاہتا ہے......لیقن آپ کچھ بھی کہتی رہیں...... مجھے تاؤ نہیں آتا۔''

''اسی لئے میں شادی کی مخالف ہوں۔''

''بلقل......بلقل......بس سیکریٹری اور سیکریٹرا ہونا چاہئے۔''

فریدی سوچ رہا تھا پتہ نہیں یہ نامعقول کس طرح الجھایا گیا ہے۔

کچھ دیر بعد اُس نے پھر قاسم کی آواز سنی!

''قیا...... میں تھوڑی دیر سو سکتا ہوں۔''

''نہیں......بس اب پہنچا ہی چاہتے ہیں۔''

''کتنے دن وہاں رہنا ہوگا۔''

''بس دو دن کی بات ہے......ایک جگہ پلاٹینم کے پائے جانے کا امکان ہے......ذرا دیکھیں گے۔''

دفعتاً فریدی نے محسوس کیا کہ ہیلی کوپٹر نیچے اتر رہا ہے۔ وہ پوری طرح ہوشیار ہو گیا۔ اگر وہ کمبل جن کے نیچے وہ چھپا ہوا تھا یہیں اتارے جانے کے لئے تھے تو اب اُسے چند خطرناک لمحات کے لئے تیار رہنا تھا۔ بالآخر ہیلی کوپٹر نے لینڈ کیا۔

''چلو اٹھو......!'' فریدی نے لڑکی کی آواز سنی اور پھر قاسم کی غاؤں غاؤں سنائی دی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُسے جھنجھوڑ کر جگایا جا رہا ہو۔

پھر اس نے پیروں کی چاپ سنی۔ غالباً وہ دونوں اپنی جگہوں سے اٹھ کر دروازے کی طرف آ رہے تھے۔ دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور سناٹا چھا گیا۔

فریدی سوچ رہا تھا......اب اس وقت کا انتظار کرنا چاہئے۔ جب کوئی اُن کمبلوں کو وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرے۔

لیکن کب تک......وقت گذرا جا رہا تھا۔ آخر اس نے کمبلوں کے ڈھیر کے نیچے سے سر نکالا۔ ہیلی کوپٹر میں سناٹا تھا۔ کاک پٹ بھی خالی نظر آئی۔ پائلٹ کی عدم موجودگی کا مطلب

یہی تھا کہ وہ بھی مسافروں کے ساتھ ہی اتر گیا ہوگا۔

فریدی بڑی احتیاط سے نیچے اُتر آیا......لیکن جیسے ہی اس نے کسی جانب بڑھنے کے لئے کیریپنگ پوزیشن میں آنا چاہا اُس کے ہاتھ اور پیر کسی چیز میں الجھ کر رہ گئے ۔ الجھتے ہی گئے......حتیٰ کہ وہ ایسا محسوس کرنے لگا جیسے کسی مکڑی کے جالے میں پھنس گیا ہو۔

پھر دفعتاً تیز قسم کی روشنی میں نہا گیا......اور اب اُس نے دیکھا کہ وہ نائیلون کی باریک باریک ڈوریوں کے جال میں پھنسا ہوا تھا۔

''اسے اٹھاؤ۔'' اُس نے ایک بھاری اور گونجیلی آواز سنی۔

تین آدمی اُسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔ اُس نے بھی مزاحمت نہ کی۔ چپ چاپ اٹھتا چلا گیا۔

اُسے اب پھر ہیلی کوپٹر ہی میں ڈال دیا گیا تھا اور ہیلی کوپٹر کے اندر بھی اتنی روشنی تھی کہ وہ دوسروں کے چہرے دیکھ سکتا۔ اُن تینوں غیر ملکیوں کے پیچھے قاسم نظر آیا۔ لڑکی بھی اُسکے ساتھ تھی۔ فریدی نے محسوس کیا کہ وہ دونوں اُسے پہچان لینے والی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

دفعتاً قاسم ہنس کر بولا۔ ''ارے یہ تو وہی مرغی والا ہے۔''

''ہاں وہی ہے۔'' لڑکی نے یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا تھا۔

پھر وہ دوبارہ پچھلی سیٹوں پر چلے گئے تھے۔ وہ تینوں غیر ملکی بھی اب انکے ساتھ ہی تھے۔

ہیلی کوپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ فریدی اب کمبلوں کے ڈھیر کے اوپر پڑا ہوا تھا۔

اُس نے کچھ دیر بعد قاسم کی آواز سنی۔

''تو قیا ہم اس کو پکڑنے کے لئے یہاں آئے تھے۔''

''اور کیا......!'' لڑکی کی آواز آئی۔ ''اب ہم اس سے پوچھیں گے کہ مرغیاں کہاں سے چرا کر لایا تھا۔''

''اب تو پورا کریٹ ہمارے ہاتھ آجائے غا......ہی ہی ہی۔''

لڑکی کچھ نہ بولی۔

البتہ فریدی اپنی اس حماقت پر دل ہی دل میں محظوظ ہو رہا تھا۔ تو گویا وہ کمبلوں کا ڈھیر اسی لئے ہیلی کوپٹر میں ڈالا گیا تھا کہ وہ اُس میں چھپ سکے۔ ہیلی کوپٹر نہیں چوہے دان تھا

گویا۔ تو کیا ناصر نے انہیں مطلع کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوسکتی لیکن پھر اُسے یاد آیا بوڑھے نے کہا تھا کہ ادھر سے تو گاڑیاں نہیں گزرتیں اور اُس کی آنکھوں میں تشکیک کی جھلکیاں بھی نظر آئی تھیں۔ پھر ناصر ٹرک لے بھاگا۔ اگر وہ اپنے عہد پر قائم بھی رہا ہو تب بھی اُس کے فرار نے دوسروں کو شبہات میں مبتلا کیا ہوگا۔ دراصل غلطی خود اسی سے ہوئی۔ جلد بازی نہ کرنی چاہئے تھی۔ کم از کم ایک رات انہیں اطراف میں ٹھہر کر ان لوگوں کی نگرانی کرتا......اور اب......!

خیالات کا سلسلہ ایک بار پھر قاسم ہی کی آواز سے ٹوٹ گیا۔

''تو اب ہم اس چور کا قیا قریں غے۔''

''پولیس کے حوالے کر دیں گے۔'' لڑکی کا جواب تھا۔

''واہ بھئی......اب مرغی چوروں کیلئے بھی ہیلی کوپٹر سروس چلا قرے گی......واہ وا۔''

فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پوری طرح مطمئن ہو۔ نائیلون کے تاروں کے جال میں اس کے ہاتھ پیر آزاد تھے اور اس میں اتنی جگہ تھی کہ وہ انہیں بہ آسانی موڑ سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد ہیلی کوپٹر پھر نیچے اترتا محسوس ہونے لگا۔ فریدی خاموش پڑا رہا۔

ہیلی کوپٹر لینڈ کر چکا تھا۔ دفعتاً اس نے کسی کو کہتے سنا۔ ''وی آر ایٹ پوائنٹ سکس......وی آر ایٹ پوائنٹ سکس......ہیلو ہیلو......کوکی کالنگ لیکراس۔''

بولنے والا یقینی طور پر وائرلیس کے ذریعہ کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اُس کی آواز پھر سنائی دی۔ ''ہیلو......لیکراس! تدبیر کارگر ہوئی وہ ہاتھ آ گیا ہے۔ پوائنٹ سکس والوں نے اس کی شناخت کر لی ہے۔''

ایک پل کے لئے وہ خاموش ہو کر پھر بولا۔ ''موٹا آدمی اُسے اس حیثیت میں نہیں شناخت کر سکا جس میں ہمیں توقع تھی......اُس نے اسے صرف ٹرک والے کی حیثیت سے شناخت کیا ہے۔''

کچھ دیر پھر سکوت رہا اس کے بعد پچھلی سیٹوں والے اٹھ کھڑے ہوئے۔

ایک بار پھر فریدی کو اٹھانے کا مسئلہ درپیش ہوا۔

''تم تو اکیلے ہی اٹھا سکو گے۔'' لڑکی نے قاسم سے کہا۔''ان تینوں شریف آدمیوں کو کیوں تکلیف دو۔''

''نہیں...... میں ہاتھ نہیں لغاؤں غا۔'' قاسم جماہی لے کر بولا۔

''کیوں......؟''

''اس بیچارے نے چھ مرغیاں بلقل مفت مجھے دی تھیں۔ شریف آدمی معلوم ہوتا ہے۔''

''جہنم میں جاؤ۔'' لڑکی بڑبڑائی۔

پھر وہ دونوں تو نیچے اُتر گئے تھے اور غیر ملکی فریدی کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

فریدی نے اس بار بھی مزاحمت نہ کی۔ چپ چاپ اٹھتا چلا گیا۔ لیکن جب انہوں نے اُسے نیچے اتار کر کاندھوں پر لادنے کی کوشش شروع کی تو اُس کی پوستین کی داہنی آستین سے ایک چھوٹا سا چاقو برآمد ہوا اور نائیلون کا جال اُن کی بے خبری میں کٹتا چلا گیا۔

انہیں ہوش تو اس وقت آیا تھا جب دو کی گردنیں اُس کی گرفت میں آئی تھیں اور تیسرے کی کھوپڑی پر پوری قوت سے ٹھوکر پڑی تھی۔

اور اس کا احساس تو فریدی کو پہلے ہی ہو گیا تھا کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں سے روانگی ہوئی تھی۔ عمارت کی کھڑکیوں سے پھوٹنے والی تیز روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

اس روشنی میں اگر وہ بھاگنے کی کوشش کرتا تو کسی نہ کسی کے ریوالور کی گولی اُسے ضرور چاٹ جاتی۔ لہٰذا پہلی ہی مہلت میں اُس نے خود اپنا ریوالور نکال لیا اور گرج کر بولا۔''جہاں ہو...... وہیں ٹھہرو۔''

سب کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ پائیلٹ بھی انہیں میں شامل تھا۔

پھر اُس نے قاسم کو مخاطب کر کے کہا۔''میرا خیال ہے کہ تم اس لڑکی سے محبت کرتے ہو۔''

''بہت جیادہ...... بلقل بلقل......!''

''ان سفیدوں نے تمہارے خلاف سازش کی ہے۔''

''اے تم ہو...... قون......!''

''اچھا اب پہچانو میری آواز......!''

''ارے...... بب باپ...... رے......!''

''ہاں ......اب انہیں گھما کر بے بس کرو۔'' فریدی بولا۔ وہ عمارت کی طرف سے بھی بے خبر نہیں تھا۔ لیکن بوڑھے کی شکل نہ دکھائی دی۔ تو پھر کیا وہ پیغام جو ہیلی کوپٹر سے نشر کیا گیا تھا اُسی کے لئے تھا...... اگر یہ نہیں تو پھر کھڑکیاں اتنی روشن کیوں تھیں۔ خود اُس کے تجربے کے مطابق تو انہیں ہیلی کوپٹر کی رہنمائی ہی کے لئے روشن کیا گیا تھا۔

''لل......لیقن......!''

''یہ کون ہے۔'' لڑکی نے قاسم سے پوچھا۔

''ارے کچھ نہ پوچھو......اب جرور گھپلا ہوگا۔''

''تم بے فکر رہو...... میں تمہاری محبت کو پھلنے پھولنے دوں گی۔''

''تب تو ٹھیک ہے۔'' دفعتاً قاسم نے اپنا داہنا ہاتھ برابر کھڑے ہوئے آدمی کی گردن پر رسید کرتے ہوئے کہا۔

وہ منہ کے بل ڈھیر ہوگیا اور لڑکی چیخنے لگی۔ ساتھ ہی فریدی نے انہیں للکارا۔ ''اگر کسی نے بھی اپنی جگہ سے جنبش کی تو گولی ماردوں گا۔ وہ جو کچھ بھی کررہا ہے اُسے کرنے دو۔''

پھر اس نے مضبوط ڈور کا گولا نکال کر قاسم کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ ''ان کے ہاتھ بھی پشت پر باندھتے جاؤ۔''

دھواں

حمید کو نیند نہیں آرہی تھی لیکن وہ آنکھیں بند کئے پڑا رہا اور ریما تو جاگ ہی رہی تھی۔ بالکل ایسے انداز میں بیٹھی تھی جیسے مراقبے میں ہو۔

اچانک حمید نے کسی کی آہٹ محسوس کی اور بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن ریما کے بیٹھنے کا انداز نہ بدلا۔

غار میں وہی شخص داخل ہوا تھا جس نے یہاں تک حمید کی رہنمائی کی تھی۔ اس نے

دہانے کے قریب ہی رک کر حمید کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ حمید بڑی پھرتی سے اٹھا تھا۔

اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''اب آپ معمولی سے میک اپ میں ریگم بالا کی طرف جاسکتے ہیں۔ ضروری سمجھیں تو لڑکی کے چہرے میں تھوڑی بہت تبدیلی کردیں کیونکہ رینجرز کو آپ دونوں کی تلاش بھی ہے۔''

''کیا ابھی اسی وقت جانا ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''جی ہاں...... خالی گاڑی زیادہ دیر تک سڑک پر نہیں چھوڑی جاسکتی۔''

''خدا کی پناہ! سڑک تک پہنچنا آسان تو نہیں۔ یہ لڑکی شائد کہیں بیٹھ ہی جائے...خیر....!''

''میں باہر موجود ہوں۔'' اجنبی نے کہا اور باہر چلا گیا۔

گفتگو اتنی آہستگی سے ہوئی تھی کہ ریما تک شائد ہی اس کا کوئی لفظ پہنچ سکا ہو۔

بہر حال جب حمید اس کی طرف مڑا تو وہ اُسے مراقبے ہی کے سے انداز میں ملی۔ قریب پہنچ کر اُس نے اُسے آواز دی اور وہ چونک پڑی۔

''کیا ہے......؟ کیا بات ہے۔''

''کیا تم سو رہی تھیں۔''

''شائد......شائد آنکھ لگ گئی تھی۔ کیا بات ہے۔''

''ہمیں ابھی یہاں سے روانہ ہوجانا پڑے گا۔''

''کیا صبح ہوگئی۔''

حمید نے گھڑی پر نظر ڈال کر کہا۔ ''صبح ہونے ہی والی ہے۔ ہمیں اپنے چہروں میں تھوڑی بہت تبدیلیاں بھی کرنی پڑیں گی۔''

''کیوں......؟''

''کمال کرتی ہو...... ہمیں رینجرز سے بھی تو بچنا ہے۔ ہمارے لئے انہوں نے چاروں طرف جال بچھا دیئے ہوں گے۔''

پھر ان کے درمیان کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ حمید اُس کے چہرے میں تبدیلیاں کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر ناہموار راستوں پر ٹھوکریں کھاتے نظر آئے۔

سوٹ کیس ہمراہی نے اٹھایا تھا۔ اس بار ریما کی زبان سے شکائت کا ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ بڑے مزے میں چلی جارہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ہمیشہ سے ایسے راستوں پر چلتی آئی ہو۔

''کیا بات ہے۔'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔''اس بارتم دماغ نہیں چاٹ رہیں۔''

''اب اداکاری کی ضرورت باقی نہیں رہی۔'' ریما نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

سڑک تک پہنچنے میں خاصا وقت صرف ہوا تھا۔ صبح کی سفیدی پھیلنے لگی تھی۔

یہ ایک چھوٹی سی اسپورٹ کار تھی۔ ہمراہی نے سوٹ کیس گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھتے ہوئے کہا۔''خدا حافظ۔''

حمید نے انجن اسٹارٹ کیا۔ ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی تیزی۔ سے آگے بڑھ گئی۔

''ذرا احتیاط سے۔'' ریما بولی۔

''فکر نہ کرو۔''

چاروں طرف پھیلا ہوا سناٹا بڑا پُراسرار لگ رہا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہلکی ہلکی دھندلائی ہوئی سی سرخی اس سناٹے ہی کا ایک جزو معلوم ہوتی تھی۔

شدید سردی کے باوجود بھی حمید اس خوبصورت منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور ریما اس کی اوپر اٹھی ہوئی ناک کو گھورے جارہی تھی۔

''اگر اب اس ناک پر چھوٹا سا پرندہ بٹھا دیا جائے تو کیسے لگو گے۔'' اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ جلد از جلد ریگم بالا پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اُس غار سے اچانک روانگی کا مقصد یہی ہوسکتا تھا کہ ہمراہی کو فریدی کی طرف سے اچانک ہی اس کے لئے ہدایت ملی ہوگی۔ لیکن وہ اس سلسلے میں پوچھ گچھ نہیں کرسکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک بے نام سی الجھن اس کے ذہن پر مسلط ہوگئی۔

''تم اتنے خاموش کیوں ہو۔'' دفعتاً ریما بولی۔

''کچھ نہیں...... میں یہ سوچ رہا ہوں آخر زندگی کا مقصد کیا ہے!''

''پولٹری فارمنگ...... میں تو بڑھاپے میں یہی کروں گی۔''

''میں اس وقت سنجیدہ ہوں۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ پولٹری فارمنگ میں۔''

''مجھے ہنسنے پر مجبور نہ کرو۔''

''اچھا تو روکر ہی دکھاؤ......اب زندگی بھر مجھ سے پیچھا نہ چھڑا سکو گے۔ سمجھے؟''

حمید جواباً کچھ نہ بولا۔ وہ اس وقت سچ مچ خاموش رہنا چاہتا تھا۔ نہ جانے کیوں اس کی وہ اداسی جاگ پڑی تھی جو کبھی کبھی بھرے مجمع میں بھی احساس تنہائی کا موجب بن جایا کرتی تھی۔

وہ گاڑی کی رفتار بڑھاتا رہا۔ دفعتاً ریما اسپیڈو میٹر کی طرف دیکھ کر بولی۔ ''کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ اس سے پہلے کبھی تم نے اس سڑک پر سفر تو نہیں کیا......رفتار کم کرو۔''

''تم ڈرو نہیں۔''

''تم نہیں جانتے کہ اچانک آگے ڈھلان ملے گی یا تمہیں گاڑی موڑنی پڑے گی۔''

''تم جانتی ہو......اس لئے مطمئن ہوں۔''

''اچھی بات ہے......تو میری سنو...... یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک موٹیل اور ہے۔ ہم وہاں رک کر شریف آدمیوں کی طرح ناشتہ کریں گے۔''

''ہم اُسی صورت میں کہیں قیام کرسکیں گے اگر تم برقعہ استعمال کرنے پر آمادہ ہو جاؤ...... کیونکہ تمہارے جسم پر اب بھکشو والا لباس ہے۔ رینجرز نے تمہارے لباس کے بارے میں یقینی طور پر اعلان کیا ہوگا۔''

''میں نے اس کے اوپر لمبی پوستین بھی تو پہن رکھی ہے۔''

''پوستین پہلے بھی تھی۔''

''اچھا میں برقعہ استعمال کروں گی......لیکن ہمیں آگے رکنا ہے۔ رفتار اور کم کرو۔''

حمید نے رفتار کم کردی......موٹیل کی عمارت کے آثار دور ہی سے نظر آرہے تھے۔

''یہاں ایک چھوٹا سا اسٹور بھی ہے۔ تم میرے سائز کا اسکرٹ اور بلاؤز خرید سکو گے۔''

''ہوں......!''

موٹیل کے سامنے اُس نے گاڑی روکی اور بولا۔ ''نہیں برقعہ رہنے دو۔ پوستین تمہارا لباس ڈھک لیتی ہے اور اس قسم کی پوستین یہاں عام ہیں۔''

''بہت بہت شکریہ......سوئیٹ ہارٹ!'' ریما نے طویل سانس لی۔

سورج طلوع ہو رہا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں نارنجی رنگ کے کہر میں لپٹی دکھائی دیتی تھیں۔

وہ دونوں گاڑی سے اُتر کر موٹیل کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے۔ یہ موٹیل اپنی نوعیت کے اعتبار سے جدید ترین تھا۔ ایک باوردی ویٹر نے اُن کا استقبال کیا۔ اس وقت یہاں کی ساری میزیں خالی نظر آ رہی تھیں۔

''کیا قیام فرمائیں گے۔'' ویٹر نے حمید سے پوچھا۔

''پہلے گرما گرم کافی...... بقیہ باتیں بعد میں...... اور ہاں ساتھ میں چکن سینڈوچ بھی۔'' حمید کرسی پر گرتا ہوا بولا۔

''بہت بہتر جناب۔'' ویٹر کسی قدر جھک کر بولا اور وہاں سے چلا گیا۔

''میرا خیال ہے کہ ہم یہاں رہائش اختیار کر کے پہلے اپنی حالت درست کر لیں پھر آگے بڑھیں گے۔'' ریما بولی۔

''جو تم مناسب سمجھو۔''

''آخر تم اتنے بجھے بجھے سے کیوں نظر آ رہے ہو۔''

حمید صرف ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

ریما اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر حمید بولا۔ ''میں نہیں جانتا کہ ریگم بالا پہنچ کر مجھے کیا کرنا ہوگا۔''

''میں جانتی ہوں۔'' ریما اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

''کیا جانتی ہو۔''

''جو میں کہوں گی وہی تمہیں کرنا پڑے گا۔''

''میرے لئے کوئی نئی بات نہیں! خوبصورت عورتوں کے اشاروں پر ناچتا ہی آیا ہوں۔''

''مکاری کی باتیں نہ کرو۔''

حمید پھر کچھ نہ بولا۔ اُس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ریما نے وہاں قیام کرنے کا مشورہ دے کر اُس پر احسان عظیم کیا ہے......اب وہ اپنی نیند پوری کئے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ویٹر طلب کی ہوئی چیزیں لایا اور میز پر لگانے لگا۔

اتنے میں صدر دروازے سے کئی افراد اندر داخل ہوئے۔ ریما اُدھر ہی دیکھ رہی تھی۔ یکا یک اُس کی آنکھوں میں دہشت زدگی کے آثار نظر آئے اور پھر ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اپنی بدلتی ہوئی حالت پر قابو پانے کی کوشش کررہی ہو۔

حمید نئے آنے والوں کی طرف پوری طرح متوجہ ہوگیا۔ یہ تعداد میں سات تھے۔ سب سفید فام تھے اور ان میں صرف ایک عورت تھی۔ ایسی عورت جس کے مقابلے میں مرد ساتھی بونے نظر آرہے تھے۔ بارُعب چہرے والی یہ لحیم شحیم عورت پروقار انداز میں چلتی ہوئی کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔ مرد ایک میز کے قریب رک گئے تھے۔

حمید نے پھر ریما کی طرف دیکھا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

''کیا بات ہے۔ کیا تمہاری طبیعت خراب ہے۔'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''کک......کچھ نہیں۔'' اُس نے کہا اور ایک سینڈوچ اٹھا کر کھانا شروع کردیا۔

حمید ٹکٹکی لگائے اس عورت کی طرف دیکھے جارہا تھا۔

''اُدھر مت دیکھو۔'' ریما آہستہ سے بولی۔

''کیوں......؟'' حمید چونک پڑا اور اس نے بھی ایک سینڈوچ اٹھالیا۔

''بحث نہ کرو......اب تمہیں میرے کہنے پر چلنا ہے۔''

''بہت اچھا محترمہ......!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''لیکن تم اپنا فیصلہ تبدیل نہ کرسکو گی۔''

''کیسا فیصلہ......!''

''یہی کہ آج ہم یہیں قیام کریں گے۔''

ریما کسی سوچ میں پڑگئی اور حمید کنکھیوں سے کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ عورت ابھی تک کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی سے باتیں کئے جارہی تھی۔

''اس طرح اُدھر نہ دیکھو....ایسے بن جاؤ جیسے تمہارے علاوہ یہاں اور کوئی موجود ہی نہ ہو۔''

''تم نے میرے جس لحیم شحیم دوست کا ذکر کیا تھا اگر اس وقت وہ یہاں موجود ہوتا تو بس مزہ ہی آجاتا۔''

''کیا ہوتا۔''

''اس قد وقامت کی عورت دیکھ کر حواس کھو بیٹھتا ہے۔''

''میں کہتی ہوں اُدھر مت دیکھو۔''

''جہنم میں جائے۔'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا اور جلدی جلدی سینڈوچ کھانے لگا۔

کافی پینے کے دوران میں اُس نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر ایک ڈبل بیڈ والے کمرے کے لئے بھی کہا تھا۔

نئے آنے والے بھی شائد قیام ہی کے لئے یہاں آئے تھے۔ کیونکہ اب اُن کا سامان بھی اندر لایا جارہا تھا اور پھر وہ سامان کے ساتھ ہی شائد رہائشی کمروں کی طرف چلے گئے تھے۔ ریما نے طویل سانس لی اور اب اس کی آنکھیں پرسکون تھیں۔

''کیا یہی وہ عورت تھی۔'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

اور ریما بات اڑانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ ''کیپٹن حمید دنیا کی ہر عورت خطرناک ہے۔''

''اب بکواس شروع کردی تم نے...... مجھے عورتوں کے بارے میں خوش فہمی ہی میں مبتلا رہنے دو...... ورنہ پھر کس کے سہارے جیوں گا۔''

''بکواس تم کررہے ہو...... پتھر......!''

''پتھر ضرور ہوں....!'' حمید نے کہا اور جملہ پورا کئے بغیر اونگھنے لگا۔ وہ ناشتہ کر چکے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ایک پورٹر نے میز کے قریب آکر اُن کا سوٹ کیس اٹھایا اور ان سے بھی رہائشی کمرے کی طرف چلنے کو کہا۔

''اس سے پوچھو کہ ڈیپارٹمینٹل اسٹور کس وقت کھلتا ہے۔'' ریما نے حمید سے کہا۔

حمید کے سوال پر پورٹر نے جواب دیا۔ ''دس بجے جناب۔''

کمرہ خاصا گرم تھا۔ آتشدان میں کوئلے دہک رہے تھے۔

''بڑی عجیب بات ہے......!'' حمید بڑبڑایا۔

''کیا......؟'' ریما چونک پڑی۔

''یہ کوئلے......اتنی جلدی تو نہیں دہک سکتے۔''

''ہوسکتا ہے خالی کمروں کو بھی گرم ہی رکھتے ہوں! بڑا اچھا طریقہ ہے پتہ نہیں کب کوئی

گاہک آ جائے۔"

"اچھی بات ہے...... فی الحال ہمیں سو جانا چاہئے۔ بقیہ باتیں پھر ہوں گی۔" حمید جماہی لے کر بولا۔

"میری نیند غائب ہوگئی ہے۔"

"کیوں......؟"

"سخت الجھن میں ہوں۔"

"کچھ بتاؤ بھی تو.....اررر نہیں کچھ نہیں۔ پہلے میں جی بھر کر سولوں اس کے بعد بتانا۔"

"تمہارا بھی جواب نہیں ہے۔"

"گڈ بائی....!" کہتا ہوا حمید جوتوں اور پوستین سمیت بستر پر گرا اور اپنے اوپر کمبل تان لیا۔

لڑکی کے علاوہ اُن میں سے اور کوئی بھی آزاد نہیں تھا۔ قاسم نے پچھلی رات چاروں کو باندھ لیا تھا۔

لیکن ذرا سی غفلت کی بناء پر بوڑھا نہ صرف نکل گیا تھا بلکہ ہیلی کوپٹر بھی لے گیا تھا۔

اُن چاروں کو قابو میں کر لینے کے بعد وہ عمارت میں داخل ہوا تھا۔ لڑکی دم بخود تھی۔

جب عمارت میں بوڑھا نہ ملا تو فریدی نے اس کے متعلق لڑکی سے سوال کیا۔ لیکن لڑکی نے لاعلمی ظاہر کی۔

پھر جلد ہی فریدی کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ کیونکہ جب دوسری بار اس نے عمارت سے باہر قدم نکالا تو ہیلی کوپٹر غائب تھا۔

دفعتاً اُسے خیال آیا کہ اب ان غیر ملکیوں سے شائد ہی کچھ اگلوایا جا سکے۔ کیونکہ یہاں اُن کا قیام کسی ظاہری حیلے کے بغیر نہ ہوا ہوگا۔ ہیلی کوپٹر اُن کے خلاف ایک عمدہ ثبوت ہوتا۔

صبح ہو رہی تھی۔ وہ پھر عمارت میں واپس آ گیا۔ چاروں غیر ملکی فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ قاسم نے اُن کے ہاتھ پیر بڑی مضبوطی سے باندھے تھے۔

''یہ آخر کیا ہے؟'' لڑکی فریدی سے نظر ملائے بغیر بولی۔ ''میرے ساتھیوں سے اس قسم کا برتاؤ کرنے والے تم کون ہو۔''

''کیا تمہارے سیکریٹری نے کچھ نہیں بتایا۔''

''سیکر یٹرا...... جناب عالی۔'' قاسم نے اُسے ٹوکا۔

''تم سے جواب طلب کیا جائے گا۔'' لڑکی بولی۔

''کون جواب طلب کرے گا۔''

''حکومت.... یہ لوگ ایک غیر ملکی امداد کے تحت یہاں جیالوجیکل سروے کر رہے ہیں۔''

''کر رہے ہوں گے۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

''تم آخر ہو کون؟''

''جادوگر...... جس سے جس وقت جو کام چاہوں لے لوں۔ اب یہی دیکھ لو کہ تمہارا سیکریٹری بے چوں و چرا میرے احکام کی تعمیل کر رہا ہے۔''

''یہ کون ہے۔'' دفعتاً وہ قہر آلود انداز میں قاسم کی طرف مڑا۔

''یہ...... یہ...... ایک بہت بڑے وہ ہیں۔''

''کیا ہیں......؟''

فریدی نے قاسم کو گھور کر دیکھا اور وہ گڑبڑا کر بولا۔ ''وہ ہیں...... وہ...... یعنی کہ جو لوغ لونڈیوں کے چکر میں ہوتے ہیں انہیں سمجھاتے بجھاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔''

''کیا بکواس ہے۔'' لڑکی جھلا کر چیخی۔

''الاقسم ٹھیک کہہ رہا ہوں۔''

فریدی مسکرایا تھا اور قاسم کی طرف دیکھ کر سر کو جنبش دی تھی۔

''یکین کیجئے محترمہ۔'' قاسم کھس سے ہنس کر بولا۔ ''میرے والد صاحب بھی ان سے ڈرتے ہیں۔''

''تم کیا بکے جا رہے ہو۔''

''ٹھیک بک رہا ہوں......خود اتے بڑے ہو گئے۔لیقن آج تک لونڈیوں کے چکر میں نہیں پڑے......الاقسم......!''

''لڑکی اب تم مجھ سے بات کرو۔تمہارا باپ کہاں ہے۔''فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

''میں نہیں جانتی۔''

''ہیلی کوپٹر کون لے گیا۔''

''یہ ان لوگوں سے پوچھو۔''اُس نے غیر ملکیوں کی طرف اشارہ کیا۔

''مجھے بھوخ لگ رہی ہے......ٹھینگے پر ہے سب کچھ۔ان کے باپ ہی تو کھانا پکایا کرتے تھے......اب قیا ہوغا۔''قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''تم بکواس بند نہیں کرو گے۔''

''نہیں...... مجھے بھوخا تھوڑی مرنا ہے......واہ بھئی......اب وہ گائب ہو گئے تو ناشتہ بھی گائب......نہیں قرتا ایسی نوکری وو کری۔''

''سوال تو یہ ہے کہ تمہیں نوکری کی ضرورت کیوں پیش آئی۔''

''سنک جاتا ہوں قبھی قبھی۔''

''قاسم اپنی زبان بند رکھو۔میں تمہیں پکا کر کھلاؤں گی۔''

''جندہ باد۔''قاسم خوش ہو کر بولا۔پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے خاکسارانہ انداز میں کہنے لگا۔''میں تو آپ کا خادم ہوں۔گلام ہوں۔''

''کیا مجھے کچن جانے کی اجازت ہے؟''لڑکی نے فریدی سے پوچھا۔

''ہے ہے......بلقل ہے۔''قاسم بول پڑا۔

''لیکن یاد رہے......!''فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''یاد رہے غا......!''قاسم نے بُرا سا منہ بنا کر جلے بھنے لہجے میں کہا۔

وہ دونوں وہاں سے چلے گئے اور اب فریدی اُن چاروں کی طرف متوجہ ہوا۔

ایک کو مخاطب کر کے بولا۔''کرنل فریدی کے ساتھیوں میں سے جو بیہوش آدمی موٹیل سے اٹھوایا گیا تھا اب کہاں ہے۔''

''ہم میں سے کوئی بھی اس قسم کے معاملات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ہم تو

صرف جیالوجیکل سروے کر رہے ہیں۔ ہمارے کاغذات ہمارے پاس موجود ہیں۔''

''وہ ہیلی کوپٹر یہاں کس طرح لایا گیا۔''

''کون سا ہیلی کوپٹر......؟'' سوال کرنے کے انداز میں بڑی معصومیت تھی۔

''اُوہ......اچھا......!'' فریدی مسکرایا۔

''ہمیں آخر کیوں یہاں اس طرح روکا گیا ہے۔''

''تمہاری دانست میں کیا وجہ ہو سکتی ہے۔''

''ہم کیا جانیں؟''

''بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔'' فریدی نے کہا اور انہیں وہیں چھوڑ کر کچن کی طرف چل پڑا۔ پچھلی رات ہی کو اُس نے بلیک فورس کے اس ممبر سے رابطہ قائم کرلیا تھا جو اُس کی ہدایت کے مطابق سمن آباد میں اس کے احکامات کا منتظر تھا۔

اور اب اس وقت وہ مطمئن تھا کہ ان چاروں قیدیوں کی نگرانی اس کی عدم موجودگی میں بھی ہو سکے گی۔ بلیک فورس کے کئی ممبر باہر عمارت کے آس پاس ہی موجود تھے۔

وہ کچن کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اندر سے ان دونوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

قاسم کہہ رہا تھا۔ ''یقین کیجئے محترمہ۔ میں نہیں جانتا وہ قون ہے۔ مجھے تو بس ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے میرا باپ بول رہا ہو...... اور مجھے شکل بھی اپنے باپ ہی کی دکھائی دی تھی......ورنہ میں اتنا پاگل نہیں تھا کہ اُن بیچاروں کو باندھ دیتا۔''

''بکواس کر رہے ہو تم......!''

''ہوتے ہیں...... پہنچے ہوئے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ میرے پڑوس میں ایک مولبی صاحب رہتے تھے......دن بھر اپنے گھر کی عورتوں کو ڈانٹتے رہتے تھے کہ سر پر ڈوپٹہ ڈالو...... نہیں سنتی تھیں آخر ایک دن جلال میں آ کر قہہ دیا جہنم میں جاؤ۔ ارے اتنا کہنا تھا کہ کھٹاک کھٹاک سب کی قمیضوں کی آستین گائب ہو گئیں اور غرارے بل باٹم بن گئے ......مولبی صاحب انہیں جہنم میں جھونک کر مسجد میں جا بیٹھے اور سال بھر سے وہیں بیٹھے ہوئے ہیں اور اُدھر گھر کی عورتوں پر وہ عذاب کہ خدا کی پناہ......اب تو بل باٹم بھی نہیں رہے...... منی اسکرٹ چل رہے ہیں......آپ خود سوچئے سردیوں میں قیسی سرسراتی رہتی ہوں گی......

توبہ توبہ...... ہائے ہائے منی اسکرٹ ہائے ہائے۔''

''بکومت......وہ مکھن کا ڈبہ اٹھاؤ۔''

''یہ لیجئے مکھن قا ڈبہ......آپ کی سمجھ میں یہ بات قیوں نہیں آتی۔ قیا یہ کرامت نہیں ہے کہ کل تک مرگیاں بیچتا پھرتا تھا اور آج تھانیدار بنا بیٹھا ہے۔''

''میں کہتی ہوں بکواس بند کرو۔تم نے محض مرغیوں کے لالچ میں یہ حرکت کی ہے۔''

''لیجئے جب آپ بھی یہی قہیں غی تو محلے والے کب چھوڑیں گے۔اپنے سیکریٹرا کی یہ درگت......اللہ......!''

''تم بالکل ناکارہ آدمی ہو۔خواہ مخواہ اپنی طاقت اور دلیری کا رُعب ڈالنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔اُس آدمی کی ذرا سی گھڑکی نے تمہیں حواس باختہ کردیا۔ڈوب مروچلوبھرپانی میں۔''

ٹھیک اسی وقت فریدی کچن میں داخل ہو کر بولا۔''اُن چاروں کا بھی خیال رکھنا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ بھوکے مر جائیں۔''

''ہمارے پاس اتنا راشن نہیں ہے۔''لڑکی جھنجھلا کر بولی۔

''میں مرغیوں کا پورا کریٹ اس نیک کام کے لئے وقف کرتا ہوں۔''

''بابا جی مرغیوں کی تعداد دوگنی کردیجئے....روحانی جورلغاقر....!'' قاسم آنکھ مار کر بولا۔

''پیٹ میں پہنچ کر دوگنی ہو جائیں گی۔تم اس کی فکر نہ کرو۔''

''وہ تو ہے ہی......!''

دفعتاً ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پوری عمارت لرز کر رہ گئی۔

فریدی اُس کمرے کی طرف جھپٹا جہاں اُن چاروں کو چھوڑ آیا تھا۔

گہرے دھوئیں کا ایک بڑا سا مرغولہ اس کمرے کے دروازے سے نکل رہا تھا۔

وہ پھر کچن کی طرف پلٹا......دفعتاً اُس نے قاسم کی''ارے ارے'' سنی اور تیزی سے کچن میں داخل ہوا۔

یہاں قاسم تنہا نظر آیا۔اُس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''کھڑکی سے باہر کود گئی۔اب میں قیا قروں......!''

''میرے ساتھ آؤ۔''فریدی اُس کا ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔

وہ کچن سے نکل آئے۔ کثیف دھوئیں کا بادل اب اُس طرف بڑھ رہا تھا۔

کچن کی کھڑکیوں سے فریدی بھی باہر چھلانگ لگا سکتا تھا۔لیکن قاسم کیلئے یہ ناممکن تھا۔

بہر حال فریدی کو ایک بغلی دروازہ توڑنا پڑا تھا۔توڑنا یوں پڑا تھا کہ وہ مقفل تھا۔

پھر اگر اُس کے اپنے اوسان بجا نہ ہوتے تو وہ قاسم کو بھی لے ڈوبا ہوتا۔

اس دیوار کا اختتام ہی ایک گڑھے کے کنارے ہوا تھا۔ بدحواسی کے عالم میں اس دروازے سے گزرنے والا اپنے ہاتھ پیر توڑ سکتا تھا۔

فریدی محسوس کررہا تھا کہ دھواں خطرناک ہے۔ گڑھے کی چوڑائی بھی اتنی تھی کہ چھلانگ لگا کر دوسری طرف پہنچنا محال تھا۔ پھر کیا کیا جائے۔

وہ اب بھی باورچی خانے والی کھڑکی سے چھلانگ لگا کر خود کو بچا سکتا تھا۔

لیکن قاسم......وہ اس کھڑکی سے کسی طرح بھی نہ گذر سکتا۔

دفعتاً دھوئیں کا ریلا ان دونوں پر سے گزر کر کھلے ہوئے دروازے سے باہر نکل گیا۔

فریدی قاسم کو پیچھے دھکیل لایا۔اُس نے اپنی سانس روک رکھی تھی۔

پھر قاسم کو سنبھالنا دشوار ہوگیا۔ وہ جھومتا ہوا فرش پر ڈھیر ہوگیا۔

اور اب قاسم کے لئے رکنا حماقت ہی تھی۔لہٰذا وہ بدستور سانس روکے ہوئے کچن میں داخل ہوا اور اس کی کھڑکی سے باہر چھلانگ لگادی۔

اور یہاں باہر انہیں چاروں میں سے دو آدمی ریوالور تانے کھڑے نظر آئے۔لڑکی ان کے پیچھے کھڑی تھی۔

فریدی نے اُن چاروں کو غیر مسلح کردیا تھا اور عمارت کی تلاشی بھی لی تھی۔ پھر ان کے پاس ریوالور کہاں سے آئے۔

اس نے خاموشی سے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔لیکن ٹھیک اسی وقت اس نے دونوں کو لڑکھڑاتے دیکھا۔ان کے ہاتھوں سے ریوالور بھی گر گئے۔

فریدی بڑی تیزی سے اُن کی طرف جھپٹا تھا اور اُن کے سنبھلنے سے پہلے ہی ریوالوروں کو قبضہ میں لے لیا تھا۔

اب وہ دونوں سر تھامے لڑکھڑا رہے تھے۔دیکھتے ہی دیکھتے گرے اور بالکل بے حس و

حرکت ہو گئے۔فریدی نے لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''مم...... میں......!'' وہ ہکلائی۔

''تم نے دیکھ لیا...... یہ پتھر آسمان سے آئے تھے اور مجھے قطعاً فکر نہیں کہ یہ زندہ رہیں گے یا مر جائیں گے...... کیونکہ ان کے سر پھٹ گئے ہیں۔''

''مم...... میں کک...... کچھ نہیں جانتی۔''

''میں نے تم سے کچھ پوچھا تو نہیں؟ ویسے اس دھوئیں کا زور کتنی دیر میں ختم ہو سکے گا۔''

''کک کئی منٹ لگیں گے۔''

فریدی اُسے ڈھلان میں اتارتا چلا گیا۔ وہ بے بسی سے اُسکے ساتھ دوڑی جارہی تھی۔

ڈھلان کے اختتام سے پھر چڑھائی شروع ہوگئی تھی۔

''اب میں اس طرح نہیں دوڑ سکتی۔'' لڑکی منمنائی۔

فریدی نے مڑ کر عمارت کی طرف دیکھا۔ لیکن عمارت ابھی اس چٹان کی اوٹ میں تھی جس سے وہ اُتر کر نیچے آئے تھے۔

اُس نے اپنی رفتار کم کر دی۔تھوڑی دیر بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے عمارت صاف نظر آرہی تھی۔ لیکن خود اُن کے دیکھ لئے جانے کا امکان نہیں رہا تھا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' فریدی نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

لڑکی بیٹھ کر ہانپنے لگی۔ سانسوں کے اعتدال پر آنے میں کچھ دیر لگی تھی۔

''عمارت میں ہمارے علاوہ اور کون تھا۔'' فریدی نے اُس سے پوچھا۔

''کک کوئی نہیں۔''

''پھر دھماکہ کس طرح ہوا تھا۔''

''میں کیا جانوں...... میں بھی وہیں تھی جہاں تم تھے۔''

''آخر وہ دونوں آزاد کیونکر ہوئے ہوں گے۔''

''میں کچھ بھی تو نہیں جانتی۔''

''اُن لوگوں سے تمہارا کیا تعلق ہے۔''

''وہ میرے ڈیڈی کے جاننے والوں میں سے ہیں۔''

''تمہارا اُس ٹیم سے کیا تعلق ہے۔''

''وہ لوگ سرکاری طور پر جیالوجیکل سروے کرتے ہیں اور میں اپنے شوق کی بناء پر پروسپکٹنگ کرتی ہوں۔''

''تمہیں ان اطراف میں ابھی تک کچھ ملا بھی یا نہیں۔''

''ایک جگہ زمرد کے ملنے کا امکان ہے۔''

''لیکن یہ شخص قاسم تمہارے ہاتھ کیسے لگا۔''

''تمہیں اس سے کیا سروکار......!''

''بس یونہی......!''

''جب تک کہ مجھے اس پوچھ گچھ کا مقصد نہ معلوم ہو جائے اس کے متعلق بھی کسی قسم کی گفتگو نہیں کروں گی۔''

''تمہیں شائد علم نہیں ہے کہ تم کن خطرات میں گھری ہوئی ہو۔''

''میں سب کچھ جانتی ہوں...... ڈیڈی کے ان دوستوں کو ایک آدمی کی تلاش ہے جو حقیقتاً ایک غیر ملکی ایجنٹ ہے اور ان کے کاموں میں خلل انداز ہونا چاہتا ہے۔''

''خوب...... یہ بڑے کام کی اطلاع ہے۔''

''ہمارا فرض ہے کہ انہیں اس کی تلاش میں مدد دیں۔ وہ لوگ یہاں ہمارے ملک کے مفاد میں کام کر رہے ہیں۔''

''لیکن وہ آدمی کون ہے۔''

''بظاہر ایک سرکاری افسر لیکن حقیقت میں مخالف کیمپ کا ایک ایجنٹ۔''

''تو تمہارا خیال ہے کہ وہ نامعقول آدمی میں ہی ہوں۔''

''یقیناً ہو...... کیونکہ تم ہیلی کوپٹر میں چوروں کی طرح چھپ گئے تھے۔''

''کیا یہ لوگ اس ہیلی کوپٹر کو علانیہ استعمال کرتے ہیں۔''

''مجھے تفصیلات کا علم نہیں۔''

فریدی کی آنکھیں اس عمارت کی جانب بھی نگراں رہی تھیں۔ یہاں سے وہ دونوں بیہوش آدمی بھی صاف نظر آ رہے تھے جن کے سروں پر کچھ دیر پہلے بلیک فورس کے ممبروں

کے پھینکے ہوئے پتھر لگے تھے۔

فریدی انہیں پہلے ہی آگاہ کر چکا تھا کہ وہ انہیں اُس عمارت میں کس حلئے میں ملے گا۔

وہ بقیہ دو آدمیوں کے بارے میں سوچنے لگا۔ اُن کا کہیں پتہ نہ تھا۔ پھر اُسے قاسم کا خیال آیا اور ٹھیک اسی وقت قاسم دکھائی دیا۔ وہ ان دونوں بیہوش آدمیوں کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے عقب میں ایک آدمی اور بھی آتا دکھائی دیا۔

لڑکی ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں تھی اس لئے عمارت یا اُس کے اطراف پر اُس کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔ فریدی نے اُس آدمی کو پہچان لیا جو قاسم کے پیچھے آتا دکھائی دیا تھا۔

وہ تو اس لڑکی کا باپ تھا۔ لیکن اب تک وہ کہاں رہا تھا۔ فریدی کا خیال تھا کہ پچھلی رات وہی اس ہیلی کوپٹر کو وہاں سے ہٹا لے گیا ہوگا۔ کیونکہ عمارت میں وہ نہیں ملا تھا۔

دفعتاً فریدی نے مڑ کر لڑکی سے پوچھا۔ ''کیا اس عمارت میں کوئی تہہ خانہ بھی ہے۔''

''پتہ نہیں! میں کچھ نہیں جانتی۔''

فریدی پھر عمارت کی طرف متوجہ ہوگیا۔ قاسم جھک کر بیہوش آدمی کو اٹھا رہا تھا۔ اُسے اٹھا کر وہ عمارت کے اندر لے گیا۔ بوڑھا وہیں کھڑا رہا۔ قاسم پھر واپس آیا اور دوسرے کو بھی اٹھانے لگا۔ دوسری بار بوڑھا بھی اسی کے پیچھے پیچھے عمارت میں داخل ہوگیا تھا۔

فریدی لڑکی کی طرف مڑا...... وہ اسے بغور دیکھے جا رہی تھی لیکن اس سے نظر ملتے ہی آنکھیں چرانے لگی۔

''میں کئی کئی دن بھوکا رہ سکتا ہوں۔'' فریدی بولا۔ ''لیکن پتہ نہیں تم میرا ساتھ دے سکو یا نہیں۔''

''کیا مطلب......؟''

''میں تمہیں ایک ایسی جگہ لے جانا چاہتا ہوں جہاں ہیرے ملتے ہیں۔''

''نہیں...... یہ ناممکن ہے۔ میں یہاں سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھاؤں گی۔ تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔''

فریدی کسی ہنسوڑ آدمی کی طرح ہنسنے لگا تھا۔

''تم مجھے بے بس نہ سمجھنا۔''

''خوف نہ کھاؤ......میں اُسی آدمی کا اسسٹنٹ ہوں جسے تم لوگ پکڑنا چاہتے ہو۔''

''یعنی......یعنی کہ کیپٹن حمید۔'' وہ چونک کر بولی۔

فریدی خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

''لیکن تمہاری شکل کیپٹن حمید سے نہیں ملتی۔''

''میں میک اپ میں ہوں۔''

''اوہ......تو اب میں سمجھی......اس لئے اُس موٹے نے تمہارا کہنا مان لیا تھا۔''

''ہاں......اُس نے میری آواز پہچانی اور وہی کرتا رہا جو میں نے کہا۔''

''اُسے خدشہ تھا کہ تم کہیں نہ کہیں ضرور ٹپک پڑو گے۔'' لڑکی بولی۔ اب اُس کے چہرے پر بڑی طمانیت نظر آ رہی تھی۔

''لیکن اس بار اس ایکٹیویٹی کی نوعیت وہ نہیں ہے جو عموماً ہوا کرتی ہے۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''میں صرف اُسے چھیڑنے کے لئے اس کے پیچھے نہیں لگا۔''

لڑکی کچھ نہ بولی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر اُس نے کہا۔ ''کیپٹن حمید۔ کیا یہ سچ ہے کہ تم لوگ مخالف کیمپ کے ایجنٹ بن گئے ہو۔ لہٰذا نہیں چاہتے کہ یہ غیر ملکی یہاں تیل کی تلاش جاری رکھ سکیں۔''

''اچھی لڑکی تمہیں کس نے بہکایا ہے۔''

''مجھے یہ بات ڈیڈی نے بتائی ہے اور میں انہیں ایک محبّ وطن شہری سمجھتی ہوں۔''

''تو پھر تمہارے ڈیڈی کو بھی کسی نے بہکایا ہوگا۔''

''میرے ڈیڈی کو ملک کی ترقی سے بڑی دلچسپی ہے۔''

''بہت اچھی بات ہے۔ لیکن ہمارے متعلق ان کی معلومات درست نہیں۔''

''تم مجھے الجھن میں ڈال رہے ہو کیپٹن!''

''میں اور میرا چیف غیر معروف نہیں۔ ہم نے سینکڑوں بار ملک و قوم کے لئے جان کی بازی لگائی ہے۔''

''اچھے اچھے بِک رہے ہیں اس دور میں۔''

''لیکن ہمیں ابھی تک کوئی نہیں خرید سکا اچھی لڑکی۔''

'' کیسے یقین کرلیا جائے۔''

''وقت ہی بتائے گا۔'' فریدی نے کہا اور چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔'' قاسم کیسے ہاتھ آیا تھا۔''

''ہمیں اس کے لئے بڑی محنت کرنی پڑی تھی۔'' لڑکی مسکرا کر بولی۔

''میں سننا چاہتا ہوں۔''

''مجھے بھوک لگ رہی ہے۔''

''میں تمہارے لئے کچھ مہیا کروں گا۔''

''کہاں سے کرو گے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر عمارت کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ لیکن وہاں کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔

فریدی نے ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس کا سوئچ آن کر کے آہستہ آہستہ بولا۔''ہیلو بلیک..... ہیلو بلیک.....اٹ از ہارڈ اسٹون....کافی اینڈ سینڈوچز فارٹو....جسٹ اپوزٹ آف دی اسپاٹ۔''

ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر کے اُسے جیب میں ڈالتا ہوا لڑکی کی طرف مڑا۔ وہ اُسے بغور دیکھ رہی تھی۔

''تم کس سے باتیں کر رہے تھے۔'' اُس نے پوچھا۔

''میں تنہا تو نہیں ہوں۔''

''میں نے کہا تھا کہ اب مجھ سے بھوک کی سہار نہیں ہو رہی۔''

''زیادہ دیر نہیں لگے گی......فکر نہ کرو لیکن میں تمہاری غلط فہمی بھی دور کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیسی غلطی فہمی۔''

''یہی کہ ہم لوگ غیر ملکی طاقت کے لئے کام کر رہے ہیں۔''

''کس طرح دور کرو گے۔''

''مجھے ڈر ہے کہ کہیں اب وہ لوگ تمہارے باپ کو بے مصرف سمجھ کر مار نہ ڈالیں۔ تم ان لوگوں کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتیں۔''

''نہیں......!'' لڑکی بوکھلا کر کھڑی ہوگئی۔

''یقین کرو اچھی لڑکی...... بے مصرف لوگوں کو وہ زندہ نہیں چھوڑتے۔ میں تمہیں اور بھی بہت کچھ بتا سکتا ہوں۔ لیکن پہلے مجھے ان تعلقات کی نوعیت کا علم ہونا چاہئے، جو تمہارے درمیان ہیں۔''

لڑکی خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔ اُس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ ''میری معلومات کا واحد ذریعہ میرے ڈیڈی ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ کچھ غیر ملکی بعض معدنیات کی تلاش میں ہماری مدد کرنے کے لئے آئے تھے۔ لیکن کچھ سرکاری افسر جو دراصل دوسرے کیمپ کے ایجنٹ ہیں اُن کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کررہے ہیں لہٰذا ان افسروں کو کچھ دنوں کے لئے راستے سے ہٹا دیا جائے تو کامیابی جلد ہوگی۔ انہوں نے اس سلسلے میں تم دونوں کے نام لئے تھے۔''

''کہتی رہو۔'' فریدی بولا۔ ''میں پوری طرح متوجہ ہوں۔''

''انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ دارالحکومت ہی میں رہ کر تم دونوں پر ہاتھ نہیں ڈالا جاسکتا۔ لہٰذا تمہیں ان اطراف میں آنے پر مجبور کیا جائے۔ قاسم اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ میرے ڈیڈی کا خیال تھا کہ اگر کسی طرح قاسم کو الجھا کر ادھر لایا جائے تو تم ضرور اُس کا تعاقب کرو گے کیونکہ تم اسے کسی لڑکی کے ساتھ دیکھ کر نچلے نہیں بیٹھ سکتے۔''

''ہوں...... اکثر ایسا ہوا ہے...... تفریحاً......!''

''اُس نے مجھے تمہاری بہتیری کہانیاں سنائی ہیں۔'' لڑکی مسکرا کر بولی۔ ''بہرحال ہم اسی فکر میں تھے کہ اسے کسی طرح الجھایا جائے کہ ایک دن آرلکچو میں اس کی گفتگو سننے کا اتفاق ہوا۔ وہ اپنے ایک ملنے والے سے اپنے باپ کا دکھڑا رو رہا تھا۔ اُس سے کہہ رہا تھا کہ اب وہ خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ اُسے کہیں کوئی ملازمت مل جاتی تو وہ روز روز کے جھگڑوں سے بچ جاتا۔ میں نے اور ڈیڈی نے فوری طور پر فیصلہ کیا کہ اسے اسی بہانے سے الجھایا جائے۔ لہٰذا جب وہ کھانا ختم کرکے اٹھا تو ہم اُس کے پیچھے لگ گئے۔ ڈیڈی نے اُس سے پوچھا تھا کیا وہ اتنا ہی طاقتور ہے جتنا لمبا چوڑا نظر آتا ہے۔ اس پر اُس نے اپنے بہت سے کارنامے بیان کئے تھے۔ میں بھی ڈیڈی کے ساتھ ہی تھی۔ لہٰذا وہ بڑے جوش و

خروش کے ساتھ باتیں کررہا تھا۔ آخر ڈیڈی نے اس سے کہا تھا کہ ہمیں ایک ایسے ہی طاقتور آدمی کی ضرورت ہے، جو بڑے بڑے پتھروں کو اُن کی جگہ سے ہٹا سکے۔ ہم نے اُسے اپنے پیشے سے آگاہ کرتے ہوئے معقول رقم کا آفر دیا تھا۔''

دفعتاً فریدی نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور مڑ کر اوپر دیکھنے لگا۔ اس نے کسی قسم کی آہٹ سنی تھی۔ چٹان کے اوپر سے ایک باسکٹ سرکتی ہوئی نیچے چلی آرہی تھی اور یہ باسکٹ پتلی سی ڈور سے بندھی ہوئی تھی۔

فریدی نے پیچھے ہٹ کر اُسے ہاتھوں پر روکا اور اُسے ڈور سے الگ کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے لڑکی سے کہا۔ ''لو ناشتہ آ گیا۔''

ڈور پھر اوپر کھینچ لی گئی۔

باسکٹ میں سینڈوچز تھے اور کافی کا تھرماس..... لڑکی متحیرانہ انداز میں اسے گھورتی رہی۔

''چلو..... کھاؤ.....!'' فریدی باسکٹ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔''

''کھاؤ بھئی..... اور کیا کرو گی۔''

خود اس نے بھی ایک سینڈوچ اٹھایا تھا اور کھانے لگا تھا۔ لڑکی بھی کھا رہی تھی لیکن اس کے چہرے پر اُلجھن کے آثار پہلے سے بھی زیادہ واضح نظر آنے لگے تھے۔

فریدی اب بھی عمارت کی طرف نگراں تھا۔

''تم بھی تو کافی پیو۔'' اُس نے کچھ دیر بعد لڑکی کو کہتے سنا۔

''ہاں..... پی لوں گا..... کیا تم پی چکیں۔''

''میں پی چکی..... بہت بہت شکریہ۔''

''اب تم جا سکتی ہو۔''

''کیا مطلب.....؟'' لڑکی بیساختہ چونک کر اُسے گھورنے لگی۔

''بس میں اتنا ہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم لوگوں کی کیا پوزیشن ہے۔''

''یعنی کہ بالکل..... مطلب یہ کہ چلی ہی جاؤں۔''

''ہاں..... خدشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارے ڈیڈی کو سچ مچ ختم نہ کر دیں۔''

''نہیں......نہیں۔''

''لیکن ایک بات یاد رکھو اگر قاسم کو گزند پہنچا تو میں بہت بھیانک ہو جاؤں گا اور ان غیر ملکیوں سے کہہ دینا کہ میں تنہا نہیں ہوں۔ اُن میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

وہ خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔'' لڑکی تھوڑی دیر بعد بولی۔

''کیا سمجھ میں نہیں آتا۔''

''اگر اب میں اس طرح چلی جاؤں تو...... یقیناً وہ ہمارے خلاف شبہات میں مبتلا ہو جائیں گے۔''

''ذہین بھی ہو۔'' فریدی مسکرایا۔

''لیکن یقین کرو کہ ہم نے یہ سب کچھ حب الوطنی ہی کے تحت کیا ہے۔''

''مجھے یقین ہے...... ممکن ہے تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو۔''

''اب میں سوچتی ہوں کہ یقیناً وہ غلط فہمی ہی ہو سکتی ہے۔ اگر تم نے ملک سے غداری کی ہوتی تو تنہا ہوتے۔ اپنے ساتھ کچھ اور ماتحتوں کو بھی رکھنے کی جرأت نہ کر سکتے۔''

''خیر شکر ہے...... تم خود دلیل بھی لے آئیں...... میں کسی طرح بھی تمہاری یہ غلط فہمی دور نہ کر سکتا۔ خیر اب یہ بتاؤ کبھی یہ ہیلی کوپٹر دن میں بھی اس طرف آیا ہے۔''

''کبھی نہیں...... ہمیشہ رات میں آتا ہے اور ہم رات ایک مخصوص وقت پر عمارت کی کھڑکیاں روشن رکھتے ہیں۔ اُسے آنا ہو یا نہ آنا ہو۔''

''یہ ہیلی کوپٹر چوری سے ملک میں لایا گیا ہے۔ اس قسم کے ہیلی کوپٹر کا وجود کاغذات پر نہیں ہے۔''

''میں تو یہی جانتی ہوں کہ وہ اپنی ٹیکنیکل ضروریات کا سارا سامان ساتھ لائے ہیں اور وہ سامان جدید ترین ہے۔''

''خیر ختم کرو...... مجھے تمہارے ڈیڈی سے متعلق تشویش پیدا ہوگئی ہے۔''

لڑکی تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ ''تم نے مجھ سے عمارت میں تہہ خانے سے متعلق سوال کیا تھا۔''

فریدی نے سر کو اثباتی جنبش دی اور بغور اُسے دیکھتا رہا۔

''عمارت میں تہہ خانہ موجود ہے اور مجھے اس کا علم پرسوں رات کو ہوا۔ وہ اپنے کسی بیہوش ساتھی کو لائے تھے جسے کچھ دیر تہہ خانے میں رکھا گیا تھا۔''

''بیہوش ساتھی...... کیا وہ کوئی غیر ملکی تھا......؟''

''نہیں وہ مقامی ہی تھا۔'' لڑکی نے کہا اور پھر فریدی کے استفسار پر اُس نے اُس کا جو حلیہ بتایا وہ واجد ہی کا ہوسکتا تھا۔

''وہ بیہوش آدمی اب کہاں ہے۔''

''رات گئے ہیلی کوپٹر آیا تھا اور وہ اُسے وہاں سے لے گئے تھے۔''

''کہاں لے گئے تھے۔''

''مجھے اس کا علم نہیں...... پوری پوری ایمانداری سے کہہ رہی ہوں۔''

فریدی خاموش ہوگیا۔

''تمہیں اس عمارت میں واپس جانا ہی چاہئے۔ لیکن اس طرح جاؤ گی جیسے مجھے دھوکا دے کر نکل بھاگی ہو۔ تمہارے عقب میں فائر بھی کروں گا لیکن تم خائف نہ ہونا۔''

''نہیں......!''

''تمہارے ڈیڈی کی بھلائی اسی میں ہے...... لیکن تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔''

''رافعہ ابدالی...... میرے ڈیڈی کا نام شائد تم نے سنا ہو...... وہ ایسے غیر معروف آدمی تو نہیں...... پروفیسر ابدالی...... حارث ابدالی۔''

''اوہو...... سابق صدر شعبہ اراضیات۔''

''ہاں وہی......!''

''وہ تو بہت اچھے آدمی ہیں۔ یونیورسٹی کی بڑی ہستیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ شعبہ اراضیات کیطرف سے ہر سال جو سیمینار ہوتا ہے وہ انہیں کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔''

'تم تو پوری واقفیت رکھتے ہو۔''

''اور اب میں واقعی متحیر ہوں کہ اس پائے کا آدمی اُن کے دام میں کس طرح آ گیا۔''

''تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔''

''اگر تم چاہتی ہو کہ حالات بدتر نہ ہوں تو میرے مشورے پر عمل کرو...... اور ہاں دیکھو.....قاسم کو یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ میں نے اپنے متعلق تم سے کس قسم کی گفتگو کی ہے۔''

''بہت اچھا......مگر مجھے اُس پر رحم آتا ہے۔''

فریدی نے پھر عمارت کی طرف دیکھا۔ وہاں پہلے ہی کی سی ویرانی نظر آئی۔ لڑکی اُس کے مشورے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوگئی تھی۔

جب وہ ڈھلان سے اتر کر عمارت والی چٹان پر چڑھ رہی تھی فریدی نے اپنے ساتھیوں کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے مطلع کیا کہ وہ فائروں کی آواز سن کر اپنی کمین گاہوں سے نہ نکلیں۔

اور پھر جب وہ اوپر پہنچ کر عمارت کی طرف دوڑنے لگی تو فریدی نے پے در پے کئی فائر کئے۔ ایک بار تو اُس نے لڑکی کو گرتے بھی دیکھا وہ دوبارہ اٹھی......اور دوڑتی ہوئی عمارت کے اگلے حصے کی طرف چلی گئی۔

تابوت کا قیدی

حمید زیادہ دیر تک نہیں سوسکا تھا......ریما نے اُسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگا دیا۔

''کیا مصیبت ہے۔'' وہ بھنا کر اٹھ بیٹھا۔

''تمہاری ناک سیدھی ہوگئی ہے۔ اُسے فوراً ٹیڑھی کرلو......ابھی میں نے محسوس کیا تھا جیسے کوئی قفل کے سوراخ سے جھانک رہا ہو۔''

حمید نے تکئے کے نیچے سے اسپرنگ نکال کر نتھوں میں فٹ کر لئے۔

''مجھے نہیں یاد پڑتا کہ اس صورت میں تم کس دیوتا سے مشابہہ نظر آتے ہو۔'' وہ شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''یم دوت نظر آتا ہوں....دیوتا نہیں....اب مجھے سونے دو۔ ورنہ روح قبض کرلوں گا۔''

''میں نے سنا تھا کہ تم بہت زندہ دل آدمی ہو۔''

''نیند پوری کر لینے کے بعد۔''

''میں تو اب نہیں سونے دوں گی۔ ذرا سنجیدگی اختیار کرو۔ بہت سی باتیں کرنی ہیں۔''

''اچھا میں سنجیدہ ہوں..... کرو باتیں۔''

''میں خود ہی ڈیپارٹمینٹل اسٹور سے سامان خرید لاتی ہوں۔''

''تمہارے پاس پیسے کہاں سے آئے۔''

''تمہاری جیب سے پرس نکال لیا تھا۔''

''خوب.....!'' حمید اُسے تیکھی نظروں سے دیکھتا ہوا پھر بولا۔''تم نے مجھ سے سنجیدہ ہو جانے کو کہا تھا۔''

''ہاں..... آں..... میں ایک دشواری میں پڑ گئی ہوں۔''

''کہو جلدی سے..... میں ابھی اور سونا چاہتا ہوں۔''

''ہم نے رینجرز سے بچنے کے لئے میک اپ کیا تھا لیکن اب میں سوچتی ہوں کہیں میرے ہی آدمی مجھ سے بدگمان نہ ہو جائیں۔''

''یہاں کون ہے تمہارا آدمی۔''

''وہی لوگ جنہیں تم نے شبہے کی نظر سے دیکھا تھا۔''

''وہ لحیم شحیم عورت۔''

''کئی لوگ ہیں۔''

''میں صرف اُس عورت کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔ وہ پارٹی کی لیڈر معلوم ہوتی تھی۔ کاؤنٹر کلرک سے اُسی نے گفتگو کی تھی۔''

''بس وہ ایک عورت ہے۔''

''تم کہنا کیا چاہتی ہو۔''

''اُن کی نظر بچا کر ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ میں نہیں چاہتی کہ اس میک اپ میں پہچانی جاؤں۔''

''کیا فرق پڑے گا اس سے..... بعض اوقات تمہاری باتیں بالکل سمجھ میں نہیں آتیں۔ ظاہر ہے کہ تم مجھے اپنے طور پر گھیر رہی ہو۔ لہٰذا اُس کیلئے کوئی طریقہ اختیار کر سکتی ہو۔''

''یہ تو ٹھیک ہے......مگر......!''

''ریما پلیز......جو کچھ کہنا چاہتی ہو جلدی سے کہہ ڈالو۔''

''یہ بھی تو ممکن ہے کہ میں خود ہی تمہارے دام میں آ گئی ہوں۔ وہ لوگ یہ بھی تو سوچ سکتے ہیں۔''

''چلو سوچا انہوں نے......تو پھر......!''

''وہ خود مجھ پر کڑی نظر رکھیں گے اور میں کچھ نہ کرسکوں گی۔ میرے سینے میں اُن کے خلاف نفرت کا لاوا اُبل رہا ہے۔ انہوں نے میرے اپاہج باپ کو بڑی بیدردی سے مارا تھا۔''

''اپاہج باپ کو۔''

''یقین کرو......وہ پیروں سے معذور تھا۔ جان بچانے کیلئے بھاگ بھی نہیں سکتا تھا۔''

''آخر اُس سے قصور کیا ہوا تھا۔''

''وہ جوانی میں اس تنظیم کا ایک سرگرم رکن تھا۔ ایک حادثے میں اُس کی ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ٹانگیں مفلوج ہوکر رہ گئیں۔ انہوں نے سوچا کہ کہیں وہ کسی مرحلے پر ان کا راز ظاہر نہ کردے۔ ویسے بھی وہ ان کے لئے بیکار ہو چکا تھا لٰہذا انہوں نے اُسے مار ڈالا۔ بالکل اُسی طرح جیسے ریس کے وہ گھوڑے ہلاک کردیئے جاتے ہیں جن کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہو۔''

''افسوس ہوا سن کر۔'' حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''افسوس نہ کرو......بس اٹھ چلو......میں نہیں چاہتی کہ کرنل فریدی کی گرفتاری کا ذریعہ تم بنو۔''

حمید نے اُس کے مشورے پر عمل کرنے ہی میں وقتی مصلحت دیکھی اور سفر جاری رکھنے پر تیار ہوگیا۔

ریما غسل خانے میں لباس تبدیل کرنے چلی گئی تھی۔

کاؤنٹر پر انہوں نے موٹیل کے واجبات ادا کئے۔ باہر نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ حمید کے پیروں کے قریب کسی چھوٹی سی وزنی چیز نے گر کر آواز پیدا کی۔

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ لیکن ریما نے اس سے پہلے ہی جھک کر اُسے اٹھالیا۔ یہ پیتل کا

ایک چھوٹا سا مستطیل ٹکڑا تھا۔

وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔ ''پھر پلٹ چلو موٹیل کی طرف...... ہم کچھ دیر ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر کافی پئیں گے۔'' پھر اونچی آواز میں بولی۔ ''چلنے سے پہلے ہم ایک ایک کپ کافی کا کیوں نہ پی لیں۔''

''یہ کیا ہے؟'' حمید نے بھی اونچی آواز میں کہتے ہوئے پیتل کا ٹکڑا اُسکے ہاتھ سے لے لیا۔

''پتہ نہیں۔'' ریما کے لہجے میں لاپروائی تھی۔

وہ پھر عمارت کی طرف مڑ گئی۔ حمید سوٹ کیس جھلاتا ہوا اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

کاؤنٹر کلرک سے کافی کے لئے کہہ کر وہ ایک میز کے گرد جا بیٹھے۔

ریما آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔ ''وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ انہوں نے ہمیں پہچان لیا ہے۔ اس پیتل کے ٹکڑے کا مطلب ہے کہ میں کچھ دیر کے لئے سفر ملتوی کر دوں۔''

حمید نے قہقہہ لگایا۔ اس طرح ہنستا رہا جیسے ریما نے کوئی خوبصورت سا لطیفہ سنایا ہو۔ ساتھ ہی ریما بھی ہنسنے لگی تھی۔ پھر اُس نے کہا تھا۔ ''بلا کے اداکار ہو۔''

''اسی کی روٹی کھاتا ہوں۔'' حمید آہستہ سے بولا۔

اس پر ریما نے بھی اسی طرح قہقہہ لگایا تھا جیسے حمید نے کوئی بڑی دلچسپ بات کہی ہو۔

''تم اگر پچاس سال کے ہوتے تو میں تم سے شادی کی درخواست کرتی۔''

''میں ستر سال کے میک اپ پر بھی قادر ہوں۔''

''آخر تم نے اب تک شادی کیوں نہیں کی۔''

''اب سوچ رہا ہوں۔''

اتنے میں کافی آ گئی لیکن اُن لوگوں میں سے کوئی بھی نہ دکھائی دیا جن پر اُسے ریما کے ساتھی ہونے کا شبہ ہوا تھا۔

''آخر وہ تمہیں کیوں باز رکھنا چاہتے ہیں سفر سے۔'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔

''میں نہیں جانتی...... مجھے تو ہر حال میں آدھے گھنٹے تک یہاں بیٹھنا ہے۔''

''بیٹھو......!'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور پیالیوں میں شکر ڈالنے لگا۔

فریدی نے پوزیشن بدل لی تھی اور اب دوسری جگہ سے عمارت کی نگرانی کر رہا تھا۔ دفعتاً اُس نے رافعہ کو دیکھا وہ بے تحاشہ پھر اسی کی جانب دوڑی آ رہی تھی۔

فریدی جہاں تھا وہیں دبک گیا۔ وہ ڈھلان سے نیچے اُتر رہی تھی۔ پھر اس چٹان پر چڑھنے لگی جس کے ایک حصے میں فریدی تھا۔

وہ اُس جگہ پہنچ کر اُسے آوازیں دینے لگی جہاں کچھ دیر پہلے وہ اس کے ساتھ رہی تھی۔

فریدی نے محسوس کیا کہ وہ بہت زیادہ پریشان ہے۔ آواز میں رو دینے کی سی کیفیت تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اُس تک جا پہنچا۔

''کیپٹن......!'' وہ چیخ مار کر اُس کی طرف جھپٹی اور اس کے بازوؤں میں جھول گئی۔

بیہوش ہوگئی تھی۔ فریدی نے بآہستگی اُسے ایک طرف لٹا دیا۔

دوبارہ ہوش آنے میں تین یا چار منٹ لگے تھے۔ ہوش آتے ہی اس نے بلک بلک کر رونا شروع کر دیا۔ کسی ننھی سی بچی کی طرح روئے جا رہی تھی۔

''تم ٹھیک کہہ رہے تھے......انہوں نے ڈیڈی کو مار ڈالا'' وہ بدقت کہہ سکی۔

''کیسے؟ وہاں کون ہے......؟''

''کوئی بھی نہیں......بس لاش......!''

''قاسم......!''

''وہ بھی نہیں ہے۔ کوئی بھی نہیں ہے۔''

''کیا انہیں علم ہے کہ تم تہہ خانے کے راز سے واقف ہو۔''

''اُس دن جو لوگ بیہوش آدمی کو لائے تھے میرے لئے بالکل اجنبی تھے اور وہ دیسی ہی تھے۔ اُن میں کوئی بھی غیر ملکی نہیں تھا۔ اُوہ کیپٹن خدا کے لئے جلدی کرو......ہوسکتا ہے ڈیڈی زندہ ہوں......اُن کی جان بچائی جاسکے۔''

''تم یہیں ٹھہرو......میں دیکھتا ہوں۔''

’’میں تنہا نہیں رہ سکتی۔ مجھ پر رحم کرو۔ اگر انہوں نے ڈیڈی کو مار ڈالا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ ڈیڈی ان کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں تھے بلکہ وہ اُن کے سیاہ کارناموں سے واقف ہونے کے باوجود بھی ان کے مدومعاون رہے تھے۔‘‘

’’تم خاصی ذہین ہو۔‘‘ فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ ’’اچھی بات ہے۔ میرے ساتھ چلو۔‘‘

وہ اُس چٹان سے اُتر کر عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ اس سے پہلے فریدی نے ٹرانسمیٹر پر اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر کے انہیں ہوشیار رہنے کی ہدایت کی تھی۔

فریدی خود بھی بہت احتیاط سے چل رہا تھا۔ کسی اچانک حملے کا مقابلہ کرنے کیلئے بالکل تیار۔

عمارت کے قریب پہنچ کر رہ رکا۔ رافعہ کا چہرہ ستا ہوا تھا اور آنکھیں اندرونی کرب ظاہر کررہی تھیں۔ اُس نے عمارت میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھنا چاہا لیکن فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔

عمارت میں داخل ہونے سے پہلے وہ اطمینان کرلینا چاہتا تھا کہ رافعہ کا بیان غلط تو نہیں تھا۔ کھلے ہوئے دروازے سے بوڑھا پروفیسر ابدالی نظر آیا۔ وہ فرش پر چاروں خانے چت پڑا تھا۔

وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے۔ بوڑھا بے جان تھا۔ جسم پر کہیں بھی کوئی زخم نہ ملا۔ غالباً اُسے گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا۔ پوری عمارت سنسان پڑی تھی۔ لاش والے کمرے میں دھوئیں کے بم کے ٹکڑے بھی ملے تھے۔

’’وہ تہہ خانہ۔‘‘ فریدی نے آہستہ سے پوچھا۔

’’اوہ......تو کیا...... یہ یہاں اسی طرح پڑے رہیں گے۔‘‘ رافعہ نے لاش کی طرف دیکھ کر کہا۔

’’صبر سے کام لو...... جو ہونا تھا ہو چکا......اب مجھے قاسم کی فکر ہے کہ کہیں وہ اُسے بھی نہ مار ڈالیں۔‘‘

وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے شائد اپنی حالت پر قابو پانے کی کوشش کررہی تھی۔

دفعتاً بائیں جانب مڑ کر وہ آتش دان کی طرف بڑھ گئی۔ یہ آتشدان دیوار ہی میں بنایا

گیا تھا۔ فریدی نے اُس کو آتشدان کے اندر چمنی میں ہاتھ ڈالتے دیکھا۔

کھڑاکے کی آواز آئی اور ایسا لگا جیسے آتشدان مینٹل پیس سمیت دیوار کی سطح سے کسی قدر الگ ہو گیا ہو۔

رافعہ نے اُسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور آہستہ سے بولی۔ ''اسے اس طرف سے ہٹانے کی کوشش کرو۔''

فریدی نے مینٹل پیس کا گوشہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور دیوار کی سطح سے الگ ہو جانے والا حصہ کسی دروازے ہی کی طرح کھلتا چلا گیا۔

سامنے زینے نظر آئے۔ لیکن دو یا تین زینوں کے بعد گہرا اندھیرا تھا۔

''کیا میں پہلے اندر جاؤں۔'' رافعہ بولی۔

''نہیں ہم میں سے کوئی بھی فی الحال نہیں جائے گا۔''

''تو پھر یہاں سے ہٹ چلو...... میں زیادہ دیر تک اس کمرے میں نہیں ٹھہر سکتی۔''

''اوہ......اچھا......!''

لیکن جیسے ہی وہ پیچھے ہٹے...... تہہ خانے سے آواز آئی۔ ''یہاں کون ہے۔ کون بول رہا ہے...... خدا کے لئے مجھے اس خول سے نکالو ورنہ میرا دم گھٹ جائے گا۔''

فریدی چونک پڑا۔

''کک......کون ہے۔'' رافعہ ہکلائی۔

''ٹھہرو......تم یہیں ٹھہرو۔'' فریدی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

''نہیں...نہیں....کوئی نیا جال نہ بچھایا جا رہا ہو۔'' رافعہ اُسکی راہ میں حائل ہوتی ہوئی بولی۔

فریدی شائد خود بھی تذبذب میں پڑ گیا تھا۔ وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

آواز پھر آئی۔ ''ابھی کون بول رہا تھا۔ خدا کے لئے مجھے بچاؤ۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ لوگ اُس شب اس بیہوش آدمی کو یہاں سے لے گئے تھے۔'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔

''ڈیڈی نے مجھے یہی بتایا تھا۔''

''تم نے خود نہیں دیکھا تھا۔''

''نہیں......میں نے لے جاتے نہیں دیکھا۔''

''اچھا تو تم یہیں ٹھہرو۔'' فریدی اسے ایک طرف ہٹاتا ہوا بولا۔ اس نے جیب سے ٹارچ نکال لی تھی اور تہہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''میں بھی چلوں گی۔'' وہ اُس کے پیچھے جھپٹی۔

فریدی نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ پہلے زینے پر قدم رکھتے ہی اس نے ٹارچ روشن کی تھی۔ داہنے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

ٹارچ کی روشنی کا دائرہ تیزی سے اندھیرے میں چکرایا اور رافعہ کی چیخ نکل گئی۔

آخری زینے سے ذرا ہٹ کر کوئی آدمی سر تا پا سفید پٹیوں سے ڈھکا کھڑا تھا۔ چہرے پر بھی بینڈیج کی گئی تھی کہ کوئی حصہ کھلا نہیں رہ گیا تھا۔

''کون ہے؟ کون ہے۔'' اس آدمی نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔

ایک بار پھر روشنی کا دائرہ اُس پر سے ہٹ کر تہہ خانے کے دوسرے حصوں پر چکرایا۔

''بچاؤ.... مجھے بچاؤ.... میں اس خول سے کیسے نکلوں۔'' اُس آدمی کی آواز پھر سنائی دی۔

''تم کون ہو۔'' فریدی نے گونجیلی آواز میں پوچھا۔

''یہ تو میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں لیکن اس اندھیرے سے نکلنے کا حق رکھتا ہوں۔''

بالآخر وہ ایک ایک زینہ طے کرتے ہوئے تہہ خانے کے فرش تک جا پہنچے......سامنے ہی قدیم مصری طرز کا ایک تابوت دکھائی دیا جس کا ڈھکنا ہٹا ہوا تھا۔

بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ آدمی ابھی ابھی اُس تابوت ہی سے برآمد ہوا ہو۔

فریدی نے سب سے پہلے اُس کے چہرے اور سر کی پٹیاں کھولیں۔

''اوہ......واجد......!'' اُس کی زبان سے بیساختہ نکلا۔

واجد حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ لیکن ایسا لگتا تھا جیسے وہ اُسے کسی دوسری دنیا کی مخلوق سمجھ رہا ہو۔

''کیا بات ہے......تم کیا دیکھ رہے ہو۔'' فریدی نے اس سے پوچھا۔

وہ کچھ نہ بولا۔ ٹارچ اب رافعہ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ آہستہ سے بولی۔ ''یہ تو وہی بیہوش

''کیا پہلے بھی اسی طرح پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔''

''نہیں......!''

''اچھا تو اسے اب اوپر لے چلنا چاہئے۔'' فریدی نے کہا۔

''یہ ہے کون۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ رافعہ واجد کو گھورے جا رہی تھی۔

فریدی نے واجد کا ہاتھ پکڑا اور اُسے زینوں کی طرف لے جانے کیلئے مڑا۔ رافعہ روشنی دکھا رہی تھی۔ وہ اُسے اوپر لائے۔ فریدی اُسے دوسرے کمرے میں لے جانا چاہتا تھا۔

''کیا میں تہہ خانے کا راستہ بند کردوں۔'' رافعہ نے پوچھا۔

اور فریدی کا جواب اثبات میں سن کر وہ تہہ خانے کی طرف بڑھ گئی۔

دوسرے کمرے میں پہنچ کر فریدی نے واجد کو ایک آرام کرسی پر بٹھا دیا۔ وہ اب بھی اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جا رہا تھا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد حمید اور ریما موٹیل سے باہر نکلے تھے اور حمید کا دل چاہا تھا کہ اپنا سر پیٹ ڈالے...... کیونکہ وہ اسپورٹ کار غائب تھی جس پر وہ یہاں تک آئے تھے۔

وہ ریما پر چڑھ دوڑا...... بالکل آپے سے باہر ہو گیا۔

''ہوش کی دوا کرو......اس میں میرا کیا قصور ہے۔''

''تم جانتی تھیں کہ وہ گاڑی لے بھاگیں گے۔''

''میرا خیال ہے کہ گاڑی تمہاری عقل بھی لے گئی۔'' وہ اٹھلا کر ہنسی۔

''میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں سمجھیں۔'' حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

''کیا یہاں جھگڑا کرو گے۔''

''جہنم میں جاؤ۔'' حمید کہتا ہوا پھر موٹیل کی طرف جھپٹا۔

''ارے......ارے......اب کیا کرنے جارہے ہو۔''

لیکن اُس نے مڑکر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی۔ سیدھا کاؤنٹر کی طرف آیا۔ یہاں وہ کیم شحیم غیر ملکی عورت بھی موجود تھی۔ حمید نے اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر کاؤنٹر کلرک سے کہا کہ فی الحال انہوں نے سفر جاری رکھنے کا ارادہ ترک کردیا ہے۔ لہٰذا انہیں وہ کمرہ دوبارہ دے دیا جائے۔

''اب یہ ناممکن ہے جناب۔'' کاؤنٹر کلرک نے جواب دیا۔''ہمارے پاس وہی ایک خالی کمرہ تھا جسے یہ خاتون حاصل کرچکی ہیں۔''

''اتنی جلدی۔''

''جی ہاں...... یہاں تو یہ ہوتا ہی رہتا ہے۔''

اتنے میں ریما بھی قریب آپہنچی۔ حمید نے اُسے بتایا کہ اب تو کوئی کمرہ بھی نہیں مل سکتا۔

ریما نے کاؤنٹر کلرک کی طرف دیکھا اور وہ اُسے تفصیل سے بتانے لگا کہ اس موٹیل کے کمرے ایک گھنٹے کے لئے بھی خالی نہیں رہ پاتے۔

''لیکن اب ہم کیا کریں۔'' حمید کرایا۔

''میں کیا عرض کرسکتا ہوں جناب۔''

آخر اس عورت کو اُن کی گفتگو میں دخل انداز ہونا پڑا۔ اُس نے کہا۔''اگر یہ واپس لینا چاہتے ہیں تو دے دو۔ ہم بدستور انہیں کمروں میں رہ لیں گے، جو ہمیں پہلے مل چکے ہیں۔''

''میں آپ کا بے حد مشکور ہوں محترمہ۔'' حمید بڑے ادب سے بولا۔

''کوئی بات نہیں......میرا مقولہ ہے زیادہ سے زیادہ دوست بناؤ۔ خواہ سب کچھ گنوا دینا پڑے۔'' کیم شحیم عورت ہنس کر بولی۔

''میں ہمیشہ آپ کی دوستی پر فخر کروں گا۔'' حمید نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ جسے بڑی گرم جوشی سے قبول کیا گیا۔

''میں لیری کراس ہوں۔'' عورت ہنس کر بولی۔

''میں ڈاکٹر زیٹو......!'' حمید نے بھی جواباً مزید دانت نکالے۔ مزید یوں کہ اس میک

اپ میں دانت تو دکھائی ہی دیتے تھے۔لیکن اُس نے واضح طور پر محسوس کیا کہ اس کی گرفت سخت تھی۔ اگر وہ عورت نہ ہوتی تو اس نے اس مصافحے کے بعد اپنا منہ ضرور سہلایا ہوتا۔

''امید ہے کہ ہم دوبارہ بھی ملیں گے۔'' لیری کراس نے کہا اور رہائشی کمروں کی طرف چلی گئی۔

کاؤنٹر کلرک سے کمرے کی کنجی لے کر وہ بھی کاؤنٹر کے پاس سے ہٹ آئے۔

''یہ کیا حرکت تھی۔'' ریما نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''حرکت! ارے اس سے مصافحہ کر لینے کے بعد حرکت کے قابل رہا ہوں میں؟''

''فضول باتیں نہ کرو۔ تمہیں اُس سے گفتگو نہ کرنی چاہئے تھی۔''

''لیری کراس......اور لیکراس میں زیادہ فرق تو نہیں ہے۔''

''خاموش......!'' وہ دانت پیس کر آہستہ سے بولی۔ ''یہ نام دوبارہ زبان پر نہ لانا۔ اپنے ساتھ میری بھی گردن کٹواؤ گے۔''

''میرا دل تو چاہتا ہے کہ میں بھی اس تنظیم میں شریک ہو جاؤں۔''

''میں کہتی ہوں خاموش رہو۔''

''سنو......!'' دفعتاً حمید چونک کر بولا۔ ''کیا میں کاؤنٹر کلرک کو بتادوں کہ میری گاڑی غائب ہوگئی ہے۔''

ریما اُسے ایسے انداز میں دیکھتی رہی جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ پھر آہستہ سے بولی۔

''جو دل چاہے کرو۔ میں نہیں جانتی۔ لیکن ٹھہرو۔ یہ ایک احمقانہ حرکت ہوگی۔ تمہیں پہلے ہی کہنا چاہئے تھا۔ حمید محتاط رہو۔ اگر انہیں ساز باز کا شبہ بھی ہوگیا تو ہم دوسرے لمحے میں زندہ نہ رہیں گے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ گاڑی کا اس طرح ہاتھ سے نکل جانا اسے گراں گزرا تھا۔ اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ بھی نہیں تھا، جو بلیک فورس یا فریدی سے رابطہ قائم کرنے کا باعث بن سکتا۔ اُس کا چھوٹا ٹرانسمیٹر تو اسی جیپ میں رہ گیا تھا جو اکرام کے موٹیل سے اڑا لی گئی تھی۔

ریما اُسے گھورے جارہی تھی۔ دفعتاً حمید بولا۔ ''تمہارا رول مشتبہ ہوتا جارہا ہے۔''

''وہ کس طرح پیارے کیپٹن۔''

''مجھے پیارا ویارا مت کہو۔ اس وقت تمہاری صورت زہر لگ رہی ہے۔''

''آخر اس خفگی کی وجہ۔''

''میں احمق نہیں ہوں۔''

''نہ ہوگے۔ لیکن میں خفگی کی وجہ ضرور معلوم کروں گی۔''

''وجہ میں اُس موٹی عورت کو بتاؤں گا۔''

''تمہارا کوئی بھی غیر ذمہ دارانہ قدم تمہیں موت ہی کی طرف لے جائے گا۔''

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ ریما کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ''شائد تم سمجھتے ہو کہ گاڑی کے غائب ہو جانے کا علم مجھے پہلے سے تھا۔''

''ہاں میں یہی سمجھتا ہوں۔'' حمید جھلا کر بولا۔

''تو سمجھا کرو۔'' ریما کو بھی بالآخر طیش آ گیا اور وہ اس سے دور جا بیٹھی۔

''لیری کراس......!'' حمید نے سرد آہ بھر کر کہا۔

اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی اور حمید سے اجازت مل جانے کے بعد دروازہ کھولا۔ یہ لیری کراس تھی۔

''اوہ....خوش آمدید.... مادام لیری کراس....!'' حمید اٹھ کر اسکا استقبال کرتا ہوا بولا۔

''سخت بوریت محسوس کر رہی ہوں۔ میرے ساتھ کوئی مقامی آدمی نہیں ہے جس سے یہاں کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکوں۔''

''کیا ریگم بالا جا رہی ہو۔''

''ہاں...... مجھے قدیم صنمیات سے عشق ہے۔ گوتم کی تصویر تو میرے دل پر نقش ہے۔ کیسی آسودہ سی معصوم مسکراہٹ پائی جاتی ہے ہونٹوں پر...... کتنا سکون ہے چہرے پر۔''

''مگر جسم پر گوشت زیادہ نہیں ہے۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ لیری نے چھت اڑا دینے والے قہقہے سے اس جملے کا استقبال کیا تھا۔

''مجھے اپنے تن و توش پر شرم نہیں آتی...... اچھے دوست۔''

''بُرا نہ ماننا...... میں اس لڑکی کو جلا رہا تھا؟'' حمید نے زیما کی طرف اشارہ کر کے کہا اور وہ اس طرح چونک کر اسے دیکھنے لگی جیسے پہلے اُس کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہا ہو۔

''اُوہ......مجھے افسوس ہے مسز زیٹو......!'' لیری ندامت آمیز لہجے میں بولی۔

''ابھی ہم کورٹ شپ کر رہے ہیں۔ شادی نہیں ہوئی۔'' حمید بولا۔

''تم جیسے بیوقوف آدمی سے میں ہرگز شادی نہ کرونگی۔'' ریما نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

''ارے ارے...... !'' لیری بولی۔ ''ایسی بھی کیا خفگی۔ بعض لوگوں کو چڑھانے میں لطف آتا ہے۔''

''تم نہیں سمجھتیں...... یہ ایک لاپرواہ اور بیوقوف آدمی ہے۔کوئی ہماری گاڑی اڑا لے گیا اور اس شخص نے اس کا ذکر کاؤنٹر کلرک تک سے نہیں کیا۔''

''نہیں......!'' لیری کے لہجے میں حیرت تھی۔

''یقین کرو۔''

''تمہیں رپورٹ کرنی چاہئے۔'' لیری نے حمید سے کہا۔

''جب میں جانتا ہوں کہ اُس رپورٹ سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تو پھر اپنی انرجی کیوں ضائع کروں۔''

''یہ کیا بات ہوئی۔''

''آئے دن یہاں ایسی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔کوئی پرسانِ حال نہیں۔''

''کیا تم بہت دولت مند آدمی ہو۔'' لیری نے پوچھا۔

''کچھ بھی ہو...... احمق...... احمق ہی کہلائے گا۔ دولت مندی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' ریما نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''تم بہت دیر سے مجھے بُرا بھلا کہہ رہی ہو۔ مجھے بولنے پر مجبور نہ کرو۔'' حمید غرایا۔

''کرو......میاؤں میاؤں......میرا کیا بگڑے گا۔''

''دیکھا تم نے مادام لیری۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''لیکن ہو بھی کیا سکتا ہے جب کہ مجھے اس کی بدزبانیوں ہی سے پیار ہے۔''

''تم دونوں ہی عجیب معلوم ہوتے ہو۔'' لیری تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔

واجد آرام کرسی پر نیم دراز چھت تکے جا رہا تھا۔ فریدی اور رافعہ اس کے قریب ہی کھڑے منتظر تھے کہ اس کی زبان سے کچھ نکلے۔ کئی منٹ گزر گئے۔ لیکن واجد کی حالت میں کوئی فرق نہ ہوا۔

فریدی کو ایک بار پھر اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کرنا پڑا۔ جو عمارت کے آس پاس موجود تھے۔ واجد کو ان کے حوالے کر دیا گیا۔ پروفیسر ابدالی کی لاش سے متعلق بھی فریدی نے انہیں ہدایات دیں۔ اس کے لئے ٹیکم گڈھ کی پولیس سے رابطہ قائم کرنے کو کہا۔

پھر رافعہ سے پوچھا کہ وہ کہاں جانا چاہتی ہے۔

''میں اب یا تو خود فنا ہو جاؤں گی یا انہیں فنا کر دوں گی۔''

''مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ لیکن آخر تم کیا کر سکو گی جبکہ تمہاری معلومات محدود ہیں۔''

''یہ بتاؤ۔ یہ آدمی کون تھا۔ تم نے اُسے کس نام سے پکارا تھا۔''

''واجد...... میرے ہی محکمے کا ایک آفیسر ہے۔ سفر کے دوران میں وہ علیل ہو گیا تھا۔ بیہوشی کی حالت میں وہ لوگ اسے اٹھا لائے تھے۔''

''آخر کیوں؟ اور اب یہ کس حال میں تھا۔''

''غالباً انہوں نے اس پر کسی قسم کا کوئی تجربہ کیا ہے؟''

''کیا پولیس یہاں آئے گی۔''

''نہیں...... لاش یہاں سے ہٹا دی جائے گی تاکہ فی الحال پروفیسر کی موت کے اسباب پر روشنی نہ پڑ سکے۔''

''کیوں......؟''

''اگر پولیس حرکت میں آ گئی تو پھر ہم ان لوگوں پر ہاتھ نہ ڈال سکیں گے۔ وہ محتاط ہو جائیں گے اور اپنی ان مصروفیات کو ترک کر دیں گے، جو قابل گرفت ہوں۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ ہیلی کوپٹر یہاں سے کون لے گیا تھا جب کہ پروفیسر بھی یہیں موجود تھے۔''

''میرا خیال ہے کہ تہہ خانے میں ڈیڈی کے علاوہ کوئی اور بھی موجود تھا جو ہیلی کوپٹر کو لے گیا۔ دھوئیں کا بم ڈیڈی نے استعمال کیا ہوگا۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ رافعہ کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ آنکھوں اور ٹھوڑی کی بناوٹ کی بناء پر وہ ایک ضدی لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ پیشانی کی بناوٹ حوصلہ مندی کی طرف اشارہ کرتی تھی۔

''تو پھر تم کیا چاہتی ہو۔'' دفعتاً وہ اس سے سوال کر بیٹھا۔

''جب تک کہ وہ فنا نہ ہو جائیں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔''

''پروفیسر کی لاش دستیاب ہو جانے کے بعد پولیس کو تمہاری تلاش ہوگی۔''

''مجھے کیا پریشانی ہوسکتی ہے جب کہ تم بھی تو ایک آفیسر ہی ہو کیپٹن حمید اور پھر میرا خیال ہے کہ شائد میں تمہارا ہاتھ بھی بٹا سکوں۔''

''وہ کس طرح۔''

''وہ چاروں قاسم سمیت کس راستے سے فرار ہوسکیں گے؟''

''پتہ نہیں۔''

''میں بھی تھوڑی سوجھ بوجھ رکھتی ہوں۔ تمہارے آدمی خاصے ہوشیار معلوم ہوتے ہیں انہوں نے چاروں طرف نظر رکھی ہوگی۔ لہٰذا روز روشن میں ان کا اس طرح غائب ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا۔''

''تم کہنا کیا چاہتی ہو۔''

''ہوسکتا ہے...... تہہ خانے میں کسی سرنگ کا دہانہ بھی ہو۔ ہیلی کوپٹر میں صرف پائلٹ آیا تھا۔ وہ ہمیں لے گیا۔ اُس وقت ڈیڈی عمارت میں تنہا تھے۔ واپسی پر پائلٹ سمیت چار آدمی ہمارے ساتھ تھے۔ وہ چاروں تمہاری گرفت میں آگئے تھے۔ پھر پانچواں کہاں سے آیا جو ہیلی کوپٹر کو اڑا لے گیا۔''

''تم واقعی خاصی سوجھ بوجھ رکھتی ہو۔ اچھا تو پھر ہمیں تہہ خانے کو بھی دیکھنا چاہئے۔''

وہ ایک بار پھر تہہ خانے میں نظر آئے۔ خالی تابوت سامنے پڑا تھا لیکن دوسرے تابوت پر انکی نظر پہلے نہیں پڑی تھی۔ یہ دیوار سے لگا کر کھڑا کیا گیا تھا اور سرسری طور پر دیکھنے میں

الماری معلوم ہوتا تھا۔ فرش پر پڑے ہوئے تابوت سے مختلف بھی تھا۔ اُسکے اوپر ٹیلی فون کے ڈائیل کے مشابہ ایک بڑا چکر سا لگا ہوا تھا جسکے وسط میں انسانی کھوپڑی کی تصویر تھی۔''

ان دونوں تابوتوں کے علاوہ یہاں اور کچھ بھی نہ تھا۔ وہ اسی تابوت کے قریب آ رُکے۔ فریدی اس ڈائیل نما حصے کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ ساخت کے اعتبار سے وہ ایسا ہی لگتا تھا جیسے گھمانے سے گھوم جائے گا۔

''یہ ہے کیا بلا......!'' رافعہ نے کہا اور ایک سوراخ میں انگلی ڈال کر اُسے گھما ہی دیا۔

ایک عجیب سی ڈراؤنی آواز کے ساتھ تابوت کے دونوں پاٹ اندر کی طرف کھلتے چلے گئے۔ رافعہ لڑکھڑائی تھی اور فریدی اُسے سنبھالنے کے لئے آگے بڑھا تھا۔

اس نے فوری طور پر محسوس کیا کہ وہ لڑکھڑاہٹ اتفاق نہیں تھی۔ بلکہ تابوت کے کھلے ہوئے دروازے سے کسی غیر مرئی قوت نے اُسے کھینچا تھا اور اب فریدی بھی خود کو روکنے کی کوشش میں ناکام رہا تھا۔

دونوں بڑی تیزی سے تابوت کے دروازے سے گزرے چلے گئے۔ پھر اسے اتنا ہی یاد رہ سکا کہ اس نے رافعہ کی چیخ سنی تھی اور خود اپنی چیخیں روکے رکھنے کی کوشش کرتا ہوا نامعلوم گہرائی میں گرا جا رہا تھا۔

پھر اُس نے دو دھماکے سنے۔ یہ اُن کے اپنے گرنے کی آوازیں تھیں۔ لیکن......

لیکن......وہ خود زندہ تھا...... کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ کا احساس بھی نہ ہو سکا۔

اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن دیکھ نہیں سکتا تھا۔ کیا بصارت کھو بیٹھا۔

''رافعہ......رافعہ......!'' اُس نے لڑکی کو آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا۔ اب اس نے آس پاس ٹٹولنا شروع کیا۔

روئی...... یہ تو روئی کا ڈھیر معلوم ہوتا تھا جس پر وہ گرا تھا۔ اُس نے پھر رافعہ کو پکارا۔

دفعتاً اُس کا ہاتھ اس ٹارچ سے ٹکرایا، جو تہہ خانے میں اسی کے پاس تھی۔

ٹارچ کی روشنی میں اس نے گردوپیش کا جائزہ لیا۔ رافعہ تھوڑے ہی فاصلے پر پڑی نظر آئی۔

وہ بیہوش تھی۔ کنواں؟ کیا یہ کوئی اندھا کنواں تھا جس کی تہہ میں روئی کے ڈھیر لگا دیئے گئے تھے تا کہ گرنے والے مر نہ سکیں۔

رافعہ کی نبض درست چل رہی تھی۔ وہ اُسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا۔

وہ ہوش میں آئی تھی اور پاگلوں کی طرح چیخنے لگی تھی۔

''تم زندہ ہو......ڈرو نہیں......ہوش میں آؤ۔'' وہ اسے جھنجھوڑ کر بولا۔

اس کے بعد وہ اسی طرح سنبھل گئی تھی جیسے اب ہوش میں آئی ہو۔

''یہ کیا ہوا......کیونکر ہوا۔''

''جلد بازی کا نتیجہ...... میں اس طرف متوجہ نہیں تھا ورنہ تمہیں اُسے ہاتھ لگانے سے باز رکھتا۔''

''یہ کون سی جگہ ہے۔''

''ایک اندھا کنواں اور ہم روئی کے ڈھیر پر گرے ہیں۔''

''لیکن یہ کیونکر ہوا۔''

''خدا جانے۔''

''اب کیا ہوگا...... ذرا ٹارچ روشن کرو۔ میں بھی تو دیکھوں۔'' فریدی نے ٹارچ روشن کی اور روشنی کا دائرہ چاروں طرف گھومنے لگا۔

''اب اس میں سے نکلنا کیسے ممکن ہوگا۔''

''فکر نہ کرو۔''

''کیا تمہارا دماغ الٹ گیا ہے اس صدمے سے۔'' رافعہ نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

''اس کا شبہ کیونکر ہوا۔''

''تمہاری لاپروائی کے انداز سے...... کہتے ہو فکر نہ کرو...... جیسے ڈرائنگ روم سے بیڈ روم میں جانے کا مسئلہ ہو۔''

''یہاں روئی کے اس ڈھیر کی موجودگی کا مقصد یہی ہوسکتا ہے کہ اس طرح گر جانے والے مرنے نہ پائیں۔''

''اچھا تو پھر......؟''

''کسی نہ کسی طرح ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔ یا نکال لئے جائیں گے۔'' فریدی نے کہا اور ٹارچ روشن کرکے اس کا رخ اوپر کی طرف کردیا۔ قریباً بیس بائیس فٹ کی بلندی پر

دو دریچے سے نظر آئے جو ایک دوسرے کے مقابل تھے۔

''وہ دیکھو......!'' اُس نے رافعہ سے کہا۔''ان میں سے کوئی دریچہ وہ ہوگا جس سے ہم گرے ہیں۔ دوسرا اس کے مقابل ہے۔ ہوسکتا ہے اُسی ڈائیل کا صحیح استعمال ایک دریچے سے دوسرے تک پل بنا دیتا ہو۔''

''لیکن اب کیا ہوسکتا ہے۔''

''ویٹ اینڈ سی۔''

رافعہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا کر رہ گئی۔

فریدی نے ٹارچ بجھا دی تھی اور سوچ ہی رہا تھا کہ اُن دریچوں تک پہنچنے کے لئے کیا کیا جائے کہ دفعتاً چاروں طرف تیز قسم کی روشنی پھیل گئی۔ فریدی بڑی پھرتی سے اوندھے منہ گر پڑا اور آہستہ سے بولا۔

''میں گرتے ہی بیہوش ہوگیا تھا اور تمہیں زبردستی تہہ خانے میں لایا تھا۔ ہوشیاری سے۔''

دفعتاً ایک گونجیلی آواز سنائی دی۔''مس ابدالی۔ تمہارے ساتھ یہ کون ہے۔''

''وہی......وہی...... جو مجھے پکڑ لے گیا تھا۔'' رافعہ روہانسی آواز میں چیخی۔''کسی نے میرے ڈیڈی کو مار ڈالا۔ بتاؤ کس نے مارا۔''

''دشمنوں نے مس ابدالی...... مجھے افسوس ہے......لیکن اسے کیا ہوا......؟''

''اس نے مجھ پر تشدد کر کے مجھ سے تہہ خانے کا راز معلوم کیا۔ تہہ خانے میں لایا۔ وہاں ایک تابوت پڑا تھا۔ اس میں سے ایک آدمی کو نکالا......جس کے سارے جسم پر پٹیاں کسی ہوئی تھیں اور ......اور پھر تہہ خانے میں آیا......اور جیسے ہی دوسرے تابوت کے اوپر لگے ہوئے ڈائیل کو گھمایا......یہ مصیبت ٹوٹ پڑی۔''

''کیا وہ بیہوش ہوگیا ہے۔''

''مر بھی گیا ہو تو مجھے خوشی ہوگی۔''

''دیکھو......کیا کیفیت ہے۔''

فریدی نے محسوس کیا کہ رافعہ اس کی نبض ٹٹول رہی ہے۔ وہ ویسے ہی بے حس وحرکت پڑا رہا۔

''زندہ ہے......!'' دفعتاً وہ اونچی آواز میں بولی۔ ''شائد اس کا سر دیوار سے ٹکرا گیا تھا...... گہری بیہوشی طاری ہے۔''

''اچھی بات ہے...... رسی پھینکی جارہی ہے...... تم اُس کے ہاتھ پیر مضبوطی سے باندھ دو...... اور تمہارے لئے سیڑھی لٹکائی جارہی ہے۔ اوپر سے آواز آئی۔''

فریدی نے رسی گرنے کی آواز سنی اور جب محسوس کیا رافعہ اس کے قریب آ گئی ہے تو آہستہ سے پوچھا۔ ''رسی کا دوسرا سرا کہاں ہے۔''

''اوپر دریچے میں۔''

''میرے پیر اس طرح باندھو کہ رسی کا یہ سرا میرے ہاتھ میں ہو۔''

پھر جب وہ اُس کے پیر باندھ رہی تھی۔ فریدی نے محسوس کیا کہ وہ اس کا مطلب بخوبی سمجھ گئی ہے۔

اوپر سے پھر آواز آئی۔ ''مس ابدالی سیڑھی لٹکائی جارہی ہے...... تم اوپر آ جاؤ''

دو منٹ بعد فریدی کی ٹانگوں کو جھٹکا لگا اور فریدی نے رسی کے ڈھیلے پھندے کو کارآمد رکھنے کے لئے اپنی ٹانگوں کے درمیان اتنا فاصلہ پیدا کرلیا کہ پھندا اس کا وزن سہار سکے۔

اب اس کا سر نیچے تھا اور ٹانگیں اوپر۔ اس طرح وہ دریچے کی طرف کھنچا چلا جارہا تھا۔

پھر اُس کی ٹانگیں کسی نے پکڑی تھیں۔ اُس نے دو آدمیوں کے ہاتھ محسوس کئے تھے۔

بدقت تمام اُسے اوپر کھینچ کر لٹا دیا گیا تھا۔

''ہوش میں آنے سے پہلے ہی جکڑ دو۔'' اُس نے کسی غیر ملکی کی آواز سنی اور پھر بڑی پھرتی سے پھندے میں سے ایک پیر نکال کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پہلا گھونسہ قریب کھڑے ہوئے آدمی کے جبڑے پر پڑا تھا اور وہ اُس دریچے سے گزرتا ہوا نیچے کنویں میں جا پڑا تھا۔

دوسرے آدمی کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس کا ریوالور نکل آیا۔

''خبردار جو اپنی جگہ سے جنبش بھی کی۔''

رافعہ بھی قریب ہی کھڑی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر قاسم بندھا پڑا تھا اور وہ دونوں غیر ملکی جو بلیک فورس کے ممبروں کے ہاتھوں زخمی ہوئے تھے دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

''تم دونوں اپنے ہاتھ سروں پر رکھ لو'' فریدی نے انہیں بھی للکارا۔

''دیکھو سالو......!'' دفعتاً قاسم چیخنے لگا۔''اب بنے غی تمہاری چٹنی۔ مجھ گریب کو مار مار کر ادھ مرا قر دیا حرامیوں نے...... قہتے تھے کہ تم نے مرغی والے کا کہنا قیوں مانا تھا...... قیوں ہمیں باندھ لیا تھا۔''

رافعہ قاسم کے قریب بیٹھ کر اُس کے ہاتھ پیر کھولنے لگی۔ وہ تینوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھے جا رہے تھے۔ لیکن کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔

''اب تم پھر انہیں باندھ لو۔'' فریدی نے قاسم سے کہا۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور خونخوار نظروں سے ان تینوں کو گھورے جا رہا تھا۔

''یوں نہیں...... پہلے تم ان کی تلاشی لے ڈالو۔'' فریدی نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اُسے خدشہ تھا کہ کہیں وہ ان پر ٹوٹ ہی نہ پڑے اور اُن میں سے کسی کو ریوالور نکال لینے کا موقع مل جائے۔

یہ جگہ بھی اتنی ہی کشادہ تھی جتنا اس عمارت والا تہہ خانہ تھا۔

قاسم نے تینوں کی تلاشی لے کر صرف اس آدمی کے پاس سے ریوالور برآمد کیا جو زخمی نہیں تھا۔

اس نے ان تینوں کو یکے بعد دیگرے گرا گرا کر باندھ لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے ہانپتے ہوئے فریدی سے پوچھا۔

''ماروں سالوں کو......؟''

''نہیں...... پہلے مجھے ان سے دو دو باتیں کر لینے دو۔ کیونکہ انہوں نے ابھی ابھی ایک قتل کیا ہے۔''

''قتل...... کس کا قتل......؟''

''انہوں نے پروفیسر کو مار ڈالا۔''

''ارے باپ رے......اب قون پقا قر کھلائے غا......!''

''خدا کے لئے خاموش رہو۔'' رافعہ روہانسی ہو کر بولی۔

''ارررب...... مم...... ماپھی چاہتا ہوں...... میں ان سالوں کی ہڈیاں چبا ڈالوں غا......اَغر انہوں نے...... پروفیسر ابا......کو مار ڈالا ہے۔''

''ٹھہرو......!'' فریدی نے ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں کہا۔

وہ چند لمحے ان تینوں کو گھورتا رہا پھر غرایا۔

''تمہارا سربراہ لیکراس کہاں ہے؟''

کوئی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر دہاڑا۔ ''بتاؤ۔''

''ہم کچھ نہیں جانتے......ہمیں جو حکم ملتا ہے کرتے ہیں۔'' اُس آدمی نے کہا جو زخمی نہیں تھا۔

''کس سے حکم ملتا ہے۔''

اُس آدمی نے دریچے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''جسے تم نے نیچے پھینک دیا ہے ہم صرف اسی کو جانتے ہیں۔ لیکراس ہمارے لئے ایک نیا نام ہے۔''

فریدی نے چاروں طرف دیکھا۔ رسیوں کی وہ سیڑھی جو رافعہ کے لئے لٹکائی گئی تھی قریب ہی پڑی نظر آئی۔

اُس نے اس آدمی سے کہا کہ اُسے دریچے کے قریب لے جایا جائے گا وہ چوتھے آدمی کو آواز دے کر کہے کہ اس کے لئے سیڑھی لٹکائی جارہی ہے۔ قیدی کو دوبارہ قید کرلیا گیا ہے۔ وہ اوپر آجائے۔

''اس کے خلاف اگر ایک لفظ بھی زبان سے نکلا تو کھوپڑی میں سوراخ کر کے نیچے پھینک دوں گا۔'' اُس نے قاسم کو اشارہ کیا کہ وہ اُسے اٹھا کر دریچے کے قریب لے جائے۔ پھر بولا۔ ''احتیاط رکھنا کہ نیچے سے دیکھے نہ جاسکو۔ جیسے ہی وہ بات پوری کر چکے اسے پیچھے کھینچ لینا اور تم رافعہ سیڑھی فوراً ہی نیچے پھینک دینا۔''

انہیں ہدایات دے کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور دریچے کی بائیں جانب دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔

قیدی نے فریدی کے کہے ہوئے الفاظ دریچے سے منہ نکال کر دہرائے تھے اور قاسم نے بڑی پھرتی سے اُسے پیچھے کھینچ لیا تھا۔ ساتھ ہی رافعہ نے رسیوں والی سیڑھی نیچے پھینکی تھی۔

عجیب سا سناٹا چھا گیا تھا۔ کچھ دیر بعد چوتھے آدمی کا سر دریچے میں دکھائی دیا۔ پھر شانے ابھرے......اور دوسرے ہی لمحے میں اُس کی گردن فریدی کی گرفت میں تھی اور اسی

حالت میں اُس نے اُسے اندر کھینچ لیا تھا۔

سچویشن کا اندازہ ہوتے ہی وہ فریدی سے لپٹ پڑا۔ لیکن زیادہ دیر تک جدوجہد جاری نہ رکھ سکا۔ فریدی نے اُس کا بایاں ہاتھ مروڑ کر پشت پر گھونسہ رسید کیا اور وہ منہ کے بل فرش پر آ رہا۔

قاسم نے اُس کے پاس سے بھی ریوالور برآمد کر کے قبضے میں کرتے ہوئے کہا۔ ''ہاں قرنل صاحب...... جلدی کیجئے...... بھوخ کے مارے میرا دم نکلا جا رہا ہے۔''

اور فریدی چوتھے آدمی کے سینے پر سوار ہو کر کہہ رہا تھا۔ ''بتاؤ لیکراس کہاں ہے۔''

''لل...... لیکراس......!'' وہ خوفزدہ انداز میں ہکلایا۔ ''میں نہیں جانتا۔''

دو تین تھپڑوں کی آوازیں سناٹے میں گونجیں اور مغلوب ہانپتا ہوا بولا۔ ''وہ...... وہ...... ریگم بالا کے...... ویران قلعے میں رہتا ہے۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتا...... کک...... کچھ...... نن...... نہیں...... جج...... جا......!''

آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں اور پھر وہ بالکل ہی بے حس و حرکت ہو گیا۔ اُس کے سر سے بہنے والا خون فرش پر پھیل رہا تھا۔

فریدی اُسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ اُس نے دیکھا کہ قاسم جھکا ہوا رافعہ سے سرگوشیاں کر رہا ہے اور رافعہ خود اُس کی طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھے جا رہی ہے۔ اُس سے نظر ملتے ہی گڑبڑا گئی اور قاسم ''ہی ہی ہی'' کرتا ہوا بولا۔ ''گلتی سے میں نے قرنل صاحب...... کہہ دیا تھا...... اس لئے بتانا ہی پڑا۔''

کچھ دیر بعد وہ قیدیوں کی رہنمائی کی بناء پر پھر اُسی عمارت کے تہہ خانے میں پہنچ گئے تھے اور اب فریدی کو اصل مہم کا آغاز کرنا تھا۔

عمارت اب پوری طرح فریدی کے آدمیوں کی نگرانی میں تھی۔ ان میں سے ایک کچن میں کھانا تیار کر رہا تھا۔ قاسم بار بار اُس کی کارکردگی کا جائزہ لینے کچن کی طرف جاتا اور ندیدوں کی طرح منہ چلاتا ہوا واپس آ جاتا۔

واجد اب آدمیوں کے لباس میں تھا۔ لیکن اس کی ذہنی حالت غیر واضح تھی۔ کبھی ہوش کی باتیں کرتا...... اور کبھی عالم بالا کی خبر لانے لگتا۔

رافعہ بے حد بجھی بجھی سی نظر آ رہی تھی۔فریدی نے اس سے کہا۔''اب تم جہاں جانا چاہو پورے تحفظ کے ساتھ تمہیں بھجوایا جا سکتا ہے۔''

''مجھے کہیں نہیں جانا...... باپ کی موت کا انتقام میری زندگی کا مشن بن گیا ہے۔''

''تم کیا کرسکو گی۔''

''شائد ریگم بالا کے ویران قلعے میں آپ کی کوئی مدد کرسکوں۔''

''تم نے اب تک کھل کر بات نہ کی۔''

لیکن اُسکے کچھ بولنے سے پہلے ہی واجد چونک کر بڑبڑایا۔''ریگم بالا کا ویران قلعہ۔'' اور پھر اچھل کر کھڑا ہوگیا۔اُس کے چہرے کا سارا اضمحلال غائب ہوگیا تھا اور آنکھوں میں صحت مندی کی چمک عود کر آئی تھی۔

''کیوں......کیا بات ہے۔''فریدی نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''سب کچھ یاد آ گیا جناب......میں نے اُسے ریگم بالا کے ویران قلعے میں دیکھا تھا۔ وہ کوئی قدیم مصری روح تھی اور میرے سامنے گوشت پوست میں آئی تھی۔ میں نے اُسے چھو کر دیکھا تھا۔اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا تھا۔''

''بیٹھ جاؤ۔''

''لل......لیکن میں کہاں ہوں۔'' وہ چندھیائی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

''کیا تمہیں یاد ہے کہ کچھ دیر پہلے تم ایک تہہ خانے میں تھے اور تمہارا پورا جسم پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔''

''میرا جسم......!'' واجد کے لہجے میں حیرت تھی۔

فریدی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔

''جی مجھے تو یاد نہیں۔''

''کیا تمہیں یہ بھی یاد نہیں کہ میرے ساتھ ان اطراف کا سفر شروع کیا تھا۔''

''میں یہی سوچ رہا تھا کہ یہاں اس طرح آپ کے ساتھ......!'' وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگیا۔

اُس کی آنکھوں میں شدید ترین الجھن کے آثار تھے۔

''اوہو...... کچھ نہیں۔''فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔''جاؤ تم دوسرے کمرے میں آرام کرو۔ قاسم انہیں بیڈروم میں لے جاؤ۔''

''چلئے جناب۔'' قاسم مسمسی سی صورت بنا کر بولا۔

واجد اب بھی فریدی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھے جارہا تھا۔فریدی نے ہاتھ ہلا کر کہا۔''جاؤ......جاؤ''

وہ قاسم کے ساتھ چلا گیا۔

''اس کی ذہنی حالت قابل اطمینان نہیں معلوم ہوتی۔ اس کے لئے آپ کیا کریں گے۔'' رافعہ بولی۔

''ٹیکم گڈھ کے کسی ہسپتال میں داخل کرادیا جائے گا۔''

اتنے میں قاسم واپس آ گیا اور خوفزدہ لہجے میں بولا۔''لیٹتے ہی سوگیا اور دانت خبیثوں کی طرح نکلے ہوئے ہیں۔آخر یہ ہے قیا بلا۔''

''جاؤ دیکھو کھانا تیار ہوگیا۔'' فریدی نے اس سے کہا اور وہ سعادتمندانہ انداز میں سر ہلا کر چلا گیا۔

''وہ آدمی ویران قلعے کے بارے میں کیا کہہ رہا تھا۔'' رافعہ نے پوچھا۔

''یہی شخص مجھے اس طرف لانے کا باعث بنا ہے۔ پھر کسی وقت اطمینان سے اس کی کہانی سناؤں گا اور ہاں میرا خیال ہے کہ کھانا کھا کر ہمیں یہاں سے روانہ ہوجانا چاہئے۔''

''لیکن گاڑی۔''

''سب کچھ موجود ہے۔تم اس کی فکر نہ کرو۔''

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے آدمیوں کو سفر جاری رکھنے کیلئے خصوصی ہدایات دے رہا تھا۔

ختم شد